افادات

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

افاداتِ ابرار

افادات

حضرت اقدس مولانا شاہ سید ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مرتب

حضرت اقدس شاہ مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

النَاشِرْ

شعبۂ تحقیق واشاعت

الجامعۃ الاسلامیۃ مسیح العلوم، بنگلور

9036708149 9036701512

فہرستِ مضامین

۱	عرض مرتب	9
۲	شیخ بطن کے آداب	12
۳	اقامت صلوۃ کی حقیقت	16
۴	نماز میں سنت طریقہ کی رعایت	16
۵	اپنے کو بیمار سمجھو	17
۶	ایک منٹ کے مدرسہ کی ترکیب	18
۷	اعضاء کو قبلہ رو رکھنے کی حکمت	18
۸	علم کی دو قسمیں	18
۹	ظاہری اعمال کی اہمیت	19
۱۰	ایک ادب	19
۱۱	ہمیشہ باوضو رہو	20
۱۲	اوپر بیٹھنا دلیل افضلیت نہیں	20
۱۳	اہل صلاح کا اجتماع	20
۱۴	صبر و شکر کی تعلیم	22

۱۵	چٹائی کی ٹوپی	23
۱۶	حضرت تھانوی اور فکر آخرت	24
۱۷	سفر آخرت کا توشہ	24
۱۸	آخرت کار زر ویشن اختیاری ہے	25
۱۹	خالو، آلو نہیں بھالو ہے	25
۲۰	سنت کی ٹکیہ تمام بیماریوں کا علاج	26
۲۱	موت کا استحضار ایک عجیب واقعہ	26
۲۱	اصلاح کی کوشش میں کمی ہے	27
۲۲	دعاء وتدبیر کا اصول	27
۲۳	اخلاص وبشاشت میں تلازم نہیں	28
۲۴	ہر کام کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے	29
۲۵	اللہ ورسول کی محبت سب سے زیادہ ہو	30
۲۶	محبت الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ	31
۲۷	سنت ذریعہ مقبولیت	32
۲۸	دینی مجلس کا ایک ادب	32
۲۹	خوف خدا کا اثر	32
۳۰	صف اول کی اہمیت	33

۳۱	بیعت کی فضیلت	33
۳۲	سنت کا طریقہ اکمل، اجمل، اسہل	33
۳۳	سنتِ نبوی کامل نمونہ حیات	34
۳۴	آلاتِ علم کا احترام	34
۳۵	غیر مستحق طلبہ کا امدادی داخلہ	35
۳۶	جنت کا راستہ	35
۳۷	تین اہم اور آسان سنتیں	35
۳۸	قرآن پاک کے چار حق	36
۳۹	قرآن پاک کے لئے رحل ہونا چاہئے	37
۴۰	پریشانیوں کے علاج کا آسان نسخہ	37
۴۱	پہلے دعاء یا دوا	38
۴۲	ہماری پریشانی لائی ہوئی ہے آئی ہوئی نہیں	39
۴۳	ظاہر کی اصلاح کی ضرورت	39
۴۴	خاموش مجلس بھی فائدہ سے خالی نہیں	40
۴۵	بشر بن حارث اور عظمت قرآن	40
۴۶	ایک وزیر کا واقعہ	41
۴۸	ہماری پستی کا اصل سبب	42

۴۹	دعائیں کیوں قبول نہیں ہورہی ہیں	43
۵۰	ہماری غفلت وتباہی	43
۵۱	حسد کی تعریف اوراس کے درجے	44
۵۲	حسد کا علاج	45
۵۳	معاشرتی زندگی کا ایک ادب	46
۵۴	معاشرتی آداب کا خلاصہ	46
۵۵	تصحیح قرآن کی فکر کرنا چاہیے	47
۵۶	تصحیح قرآن پاک کے لئے ایک منٹ کا مدرسہ	48
	گناہ کے نقصانات	48
۵۸	منکرات پرنکیر بار بار ہونا چاہیے	48
۵۹	وعظ کے بعد ہدیہ لینے میں احتیاط کرنا چاہیے	49
۶۰	دل کا زنگ اوراس کی دوا	49
۶۱	تلاوت قرآن پاک کے تین اہم فائدے	50
۶۲	تلاوت کے دواہم آداب	51
۶۳	اصلاح منکرات کے لئے جماعتی کام کی ضرورت	51
۶۴	علماء کواپنی طاقت کا اندازہ نہیں	52
۶۵	دین میں مخلص اور مفلس کی پہچان	52

٦٦	تبلیغ وتعلیم وتزکیہ	53
٦٧	دین کا کام دینی انجینئر سے پوچھ کر کرو	53
٦٨	مجلسِ وعظ میں آنے کا فائدہ	55
٦٩	ظاہر ترقیٔ باطن کا ذریعہ ہے	55
٧٠	ظاہر باطن کا محافظ ہے	56
٧١	ظاہر، دوسروں کی ترقی کا ذریعہ ہے	57
٧٢	سائن بورڈ الٹا کر کے لگا دیجئے	57
٧٣	حضرت عثمان اور اسراف سے پرہیز	58
٧٤	وضوء میں بھی اسراف منع ہے	59
٧٥	اسراف کی تعریف اور ایک واقعہ	59
٧٦	ایک ہی چیز کسی کے لئے اسراف کسی کے لئے ضرورت	60
٧٧	عباد الرحمٰن کے اوصاف	61
٧٨	مسلمان کون؟ ایک حدیث کی شرح	62
٧٩	ایک برا کلمہ وعمل، ساری زندگی تباہ کر دیتا ہے	64
٨٠	بڑے گناہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں	64
٨١	ہر ایک کا حق ادا کرنا سیکھو	65
٨٢	حضرت مولانا اسماعیل شہید کا ذکر	66

۸۳	ٹخنے ڈھانکنے پر چار وعیدیں	66
۸۴	جنت کے دو راستے ہیں	67
۸۵	عورتوں اور بچوں کیلئے روحانی خوشبو	68
۸۶	غصہ، اسکے نتائج اور علاج	68
۸۷	اللہ کیلئے غصہ	69
۸۸	اصلاح منکر ایک فطری جذبہ ہے	70
۸۹	حضرت والا کے نواسے کا واقعہ	70
۹۰	مکھی کی چٹنی کون کھاتا ہے	71
۹۱	منکر پر نکیر نہ کرنے کا نتیجہ، ایک واقعہ	71
۹۲	جوڑا جہیز کا مطالبہ، ایک بھیک ہے	72
۹۳	دعاء کی برکت کا عجیب واقعہ	73
۹۴	عیش ہوگا یا عبادت ہوگی؟	74
۹۵	حضرت تھانوی کا ایک واقعہ	74
۹۶	بڑوں کی بات بے دلیل ماننے کا حکم نہیں	76
۹۷	حق بات بار بار کہی جائے	76
۹۸	مداہن کون ہے؟	77
۹۹	احکامِ تبلیغ	77

۱۰۰	مسجدیں تو عالی شان مگر اذان صحیح نہیں	78
۱۰۱	بے ضرورت بلب نہ جلائیں	79
۱۰۲	قدم بڑھاؤ، راستہ کھلے گا	79
۱۰۳	صفائی، اسلام کی اہم تعلیم	79
۱۰۴	اذان، نماز سیکھنا چاہئے	80
۱۰۵	فضول گوئی کا نقصان	80
۱۰۶	طاعات کے فائدے	81
۱۰۷	ایمان کی علامت	81
۱۰۸	توبہ کی ضرورت	82

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحَمدُ لِلّٰه رَبِّ الُعالمین والصلاۃُ والسّلامُ علی سیِّدِ المُرُسَلِینَ ، اما بعد

سنہ ۱۴۱۷ ھجری کے اواخر کا زمانہ میرے لئے اور ان حضرات کے لئے خصوصا جو حضرت اقدس شاہ سید ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور تمام اہلیان شہر بنگلور کے لئے عموما بڑا مبارک ومسعود تھا، جبکہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی ان دنوں ایک لمبے عرصے (تقریبا بیس دن) کے لئے بنگلور تشریف آوری ہوئی۔اگر چہ کہ آپ کی یہ تشریف آوری ڈاکٹر کی ہدایت پر برائے آرام تھی، مگر ہم جیسوں کی گویا عید ہوگئی۔

غالباً ۱۴۱۷ھ کے ذی الحجہ کی کوئی تاریخ تھی کہ ایک بار حیدرآباد سے حضرت والا کے خلیفہ انجینئر حاجی عبدالرحمٰن صاحب گلبرگوی کا فون آیا کہ حضرت والا نے معلوم کیا ہے کہ بنگلور میں کتنی ڈگری گرمی چل رہی ہے؟ میں نے تحقیق کر کے بتا دیا، پھر معلوم کیا کہ کیا وجہ پیش آئی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر نے حضرت کو بنگلور چند روز قیام کا مشورہ دیا ہے۔ پھر ایک دودن کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے بنگلور کا ارادہ فرمالیا ہے۔ پھر احقر سے بھی حضرت والا نے بات کی اور قیام کے سلسلہ میں مذاکرہ ہوا اور یہاں کے احباب سے مشورہ کے بعد جناب حاجی ہاشم موسیٰ سیٹھ صاحب کے گھر میں قیام طے ہوا اور حضرت والا ۲۸ رذی الحجہ کو تشریف لائے اور ۱۶ رمحرم الحرام تک قیام رہا۔

اوراس بیچ میں حضرت اقدس کی ایمانی وروحانی مجالس کا سلسلہ برابر جاری رہا، اولاً تو حاجی ہاشم موسیٰ صاحب کے گھر پر ہی شروع ہوا، مگر لوگوں کا رجوع اس قدر تھا کہ وہ گھر بالکل ناکافی ہوگیا، اس دوران حضرت والا رحمہ اللہ نے اس احقر سے مشورہ کیا کہ مجلس کے لئے کونسی جگہ مناسب ہوگی؟ احقر نے مسجد بید اہل السنّت والجماعت محلّہ بیدواڑی کی تجویز پیش کی، اور حضرت رحمہ اللہ نے قبول فرمایا اور روزانہ دو مجالس ایک بعد الفجر مختصر مجلس اور دوسری بعد العصر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت والا کا معمول تھا کہ فجر وعصر مسجد بید ہی میں پڑھتے تھے۔ اور ایک دو مرتبہ احقر کی درخواست پر فجر میں امامت بھی فرمائی۔

الغرض ان دنوں جو مجالس ہوتی تھیں، ان میں یہ احقر پابندی سے شریک بھی ہوتا تھا اور ان کو قلمبند بھی کرتا تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سے روز کا روز ان کو پیش کر کے تصحیح بھی کرواتا تھا، نیز روز کے روز یہ ملفوظات کو روز نامہ ''سالار'' بنگلور، روز نامہ ''سیاست'' بنگلور اور روز نامہ ''پاسبان'' بنگلور میں شائع بھی ہوتے تھے۔

احقر سے متعدد حضراتِ اہل علم وفضل نے اس کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ ان افادات کو کتابی شکل دیدیا جائے تاکہ ان کا نفعِ عام وتام ہو، اور خود احقر بھی اس کی ضرورت محسوس کرتا تھا، مگر دل یہ کہتا تھا کہ ان افادات کی ترتیب چونکہ اس حقیر نے کی ہے، اور حضرت والا کے منشأ ومراد کو سمجھنے میں ہوسکتا ہے کہ کہیں احقر سے چوک ہوگئی ہو، لہٰذا اس کی نظر ثانی کے ساتھ اس سلسلہ میں جب تک حضرت والا سے دوبارہ مراجعت کر کے اجازت نہ لی جائے، یہ اقدام مناسب نہیں ہے۔ مگر اس پر نظر ثانی کے لئے وقت نہ ملتا تھا، اس طرح اس کام میں تاخیر ہوتی چلی گئی، پھر ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق دی اور حضرت والا سے بھی دوبارہ مراجعت کرنے کا موقعہ ملا

۔ چنانچہ حضرت والا کے پاس ایک مرتبہ ہردوئی میں قیام کے دوران حضرت سے اس کا ذکر ہوا اور نظر ثانی کے لئے پیش کیا تو حضرت کے اپنے معتمد مولانا مفتی فہیم صاحب مدرس مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی کو نظر ثانی کا حکم دیا، اور پھر اپنے خلیفہ حضرت مولانا افضال صاحب سے بھی نظر کروائی، ان حضرات نے اس حقیر کاوش کو دیکھنے اور اس کی اصلاح کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا، جس کے لئے یہ احقر ان کا شکریہ ادا کرتا ہے، اور پھر حضرت اقدس نے اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اور اس پر بھی ایک طویل عرصہ گزر گیا، اور اس کی کمپوزنگ ہو جانے کے باوجود اس کی طباعت کا مرحلہ رکا رہا، اور اب یہ طباعت کے لئے جا رہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کو مقبول و نافع فرمائے اور احقر کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

۵/جمادی الاخری/۱۴۳۲ھ - ۹/مئی/ ۲۰۱۱ء

یکے از خدام حضرت والا

محمد شعیب اللہ خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افادات ابرار

(حضرت اقدس مرشدی مولائی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکا تہم ،۱۷ مئی ۹۶ ء ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ بروزِ جمعہ ۱۰ بجے بذریعہ طیارہ بنگلور تشریف لائے ،اور جناب ہاشم موسیٰ صاحب کے مکان پر قیام پذیر ہوئے ،ہوائی اڈے سے گھر تشریف لانے کے بعد دستر خوان جوڑا گیا ،حضرتِ اقدس نے کھانا تناول فرماتے ہوئے اپنی عادتِ مبارکہ کے موافق قیمتی افادات فرمائے)

شیخ بطن کے آداب

۱- فرمایا: شیخ باطن کے جو آداب ہیں، شیخ بطن کے بھی وہی آداب ہیں، شیخ باطن کو تو سب جانتے ہیں۔ شیخ بطن یہ کھانا ہے جو ہمارے پیٹ اور جسم کی تربیت کرتا ہے جس طرح کہ شیخ باطن ہمارے باطن کی اصلاح اور تربیت کرتا ہے۔

۲- فرمایا: کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شیخ اور بزرگ کی مجلس ۹ بجے مقرر ہو اور شیخ تو ۹ بجے پہنچ جائے اور دیگر لوگ وہاں موجود نہ ہوں؟ نہیں، بلکہ شیخ کے آنے سے پہلے لوگ پہنچ جاتے ہیں، اسی طرح شیخ بطن یعنی کھانے کا ادب ہے کہ کھانا آنے سے پہلے بیٹھ جائیں پھر کھانا لایا جائے۔

۳- فرمایا: جس طرح مجلس کے برخواست ہونے کے بعد پہلے شیخ کو

رخصت کیا جاتا ہے، پھرلوگ جاتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ شیخ کو چھوڑ کر سب چلے جائیں اسی طرح جب کھانے سے فراغت ہوجائے تو پہلے شیخ بطن (کھانے) کو اٹھا یا جائے پھر اٹھیں۔

۴-فرمایا: حکم ہے کہ کھانے میں عیب نہ نکالو، کہ اس میں نمک کم ہے، یہ کمی ہے، کیا کوئی شیخِ باطن میں عیب نکالتا ہے؟ جس طرح شیخِ باطن میں عیب نکالنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح کھانے میں بھی عیب نہیں نکالنا چاہئے، ہاں کھانا پکانے والے کو تنبیہ کی جاتی ہے، کہ تم نے کھانے میں کمی کر کے اس کا حق ادا نہ کیا، شیخ کا حق ادا نہ کرنا بری بات ہے، مگر خود کھانے میں عیب نکالنا غلط ہے۔

۵-فرمایا کہ دو باتوں میں شیخ بطن (کھانا) شیخ بطن سے بھی بڑھا ہوا ہے ایک تو یہ کہ شیخ بطن کو چھونے سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم ہے، مگر شیخ باطن سے مصافحہ کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم نہیں، معلوم ہوا کہ شیخ باطن سے بھی اس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے، ایک تو یہ ہے، دوسرا یہ کہ کھانا رکھنے کے لئے الگ فرش یعنی دسترخوان بچھانے کا حکم ہے مگر شیخ کے واسطے اس کا حکم نہیں۔

۶-فرمایا: ان کے علاوہ ایک بات ہے وہ یہ کہ کھانے کے فرش (یعنی دسترخوان) پر کوئی شخص نہیں بیٹھ سکتا حتیٰ کہ شیخ اور پیر صاحب بھی اس پر نہیں بیٹھ سکتے

۷-فرمایا: شیخ باطن بھی شیخ بطن کا محتاج ہے، اگر چند اوقات پیر صاحب کھانا نہ کھائے تو دیکھو کیا حالت ہوتی ہے، شیخ کے افادات اور فیوض کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ خود شیخ بھی کھانے کا محتاج ہے۔

۸-فرمایا: اہلِ صلاح کو خاص طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے ایک برتن میں کئی افراد مل کر کھائیں، کم از کم دو تو ہوں، حدیث میں ہے کہ اپنے سامنے سے

کھائیں ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک برتن میں کئی افراد شامل ہوں تب بھی تو سامنے سے کھانے کے لئے فرمایا؛اس لئے اس کا اہتمام ہونا چاہئے کہ کم ازکم اپنے گھروں میں ایسا کریں مثلاً دال اور سالن ہے تو ایک برتن میں دال اور ایک میں سالن ڈالکر دو آدمی ان میں سے کھائیں،کم ازکم دو ہاتھ تو پڑیں۔

۹-فرمایا کہ سب مل کر کھائے تو کوئی ایک آدمی زور سے بسم اللہ پڑھدے تا کہ دوسروں کو بھی توجہ ہو جائے۔

۱۰-فرمایا کہ ایک جگہ گیا تو وہاں ہاتھ پونچھنے کے لئے کاغذ (ایک خاص قسم کا) رکھا ہوا تھا کھانا کھا کر اس سے صاف کر لیتے ہیں، میں نے پوچھا کہ ان کاغذات کو کیا کرتے ہو؟ پھر میں نے عرض کیا کہ ان کو جلا دیا جائے ، کیونکہ ان میں کھانے کے اجزاء و تنکے ہیں اگر ان کو کہیں ڈالدیا تو بے ادبی ہوگی۔

۱۱-درمیان میں پانی نوش فرمایا اور ارشاد فرمایا: کہ جب پانی پیئے تو یہ دعا پڑھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْباً فُرَاتاً بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحاً اُجَاجاً بِذُنُوْبِنَا " کہ اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنی رحمت سے میٹھا حلق میں اتارنے والا پانی پلایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے کڑوا حلق میں پھنسنے والا نہیں بنایا یہ دعا پانی پینے کی ہے کہ جب صرف پیئے تو پڑھے۔

(اخرجه الطبرانی فی الدعاء:باب القول عند الفراغ من الطعام او الشراب ،ح:۸۹۹)

۱۲-کھانے کے شروع میں تو مختصر دعا تعلیم کی گئی "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ " مگر کھانے کے بعد کئی دعائیں ہیں ایک تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ کی حمد وتعریف ہے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔مگر حکم ہے کہ اس کے بعد کھانے کا جو ذریعہ بنا ہے اس کا شکر ادا کرو اور کہو "اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ

سَقَانِیُ ‘‘ کہ اس کو کھلا جس نے مجھے کھلایا اور اس کو پلا جس نے مجھکو پلایا۔

(مسلم: کتاب الاشربة :باب اکرام الضیف وفضل ایثاره)

پھر ایک دعا ایسی ہے جو کھانے کھلانے والے کو سنانے کی ہے، صرف پڑھ لینا نہیں ’’اَکَلَ طَعَا مَکُمُ الْاَبْرَارَ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلاَ ئِکَۃُ وَاَفْطَرَ عِنْدَ کُمُ الصَّائِمُوْنَ ‘‘ نیک لوگ تمہارا کھانا کھائے، اور فرشتہ تمہارے لئے دعا کریں اور روزہ دار لوگ تمہارے پاس افطار کرے۔

(مسندِاحمد، ح:١٢٤٠٦)

پہلی دعا میں دنیا کی نعمتوں کے لئے دعا ہوگئی کہ اللہ کھلائے پلائے اور اس دعا میں دینی ترقی کے لئے دعا ہے، کیوں کہ اس میں دعا دی گئی ہے کہ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں جب نیک کوگ کھانا کھانے آئیں گے ان کی صحبت بھی تو نصیب ہوگی، اور نیک لوگوں کی صحبت دینی ترقی کا زینہ ہے، تو اس میں دینی ترقی کی دعا ہوگئی۔

۱۳- ایک صاحب نے کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کے لئے طشت لاکر دسترخوان پر سامنے رکھدیا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی! دسترخوان پر تو شیخ باطن بھی نہیں بیٹھ سکتا اور تم نے طشت اس پر رکھدیا، پھر فرمایا کہ ایک جگہ ایک صاحب نے دستر خوان پر پیر رکھدئے میں نے کہا کہ دسترخوان پر پِیر کی بھی گنجائش نہیں پَیر کی کیسے گنجائش ہوگی؟۔

۱۴- فرمایا: کہ جب دسترخوان اٹھایا جائے تو یہ دعا پڑھا کرے کہ ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْداً کَثِیْرًاطَیِّباًمُبَارَکاً فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلاَ مُوَدَّعٍ وَلاَ مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا ‘‘ یعنی تمام پاکیزہ، زیادہ تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ’’غیر مکفی‘‘ یہ کافی نہیں ہے ’’ولا مودّع‘‘ اور ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کیا جارہا ہے اور ہم اس

سے مستغنی نہیں ہیں۔

(البخاری: کتاب الاطعمة:باب مایقول اذا فرغ من طعامه، ح:٥٤٥٨)

اس میں کھانے کو محتاج الیہ بتایا گیا ہے اور محتاج الیہ قابلِ تعظیم ہوتا ہے۔مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مشکوۃ میں اس حدیث کو پڑھا تو اس کے بعد ہمیشہ کھانے کو سرہانے رکھتا ہوں اور خود پائنتی بیٹھتا ہوں۔

اقامت صلوۃ کی حقیقت

مؤمنین کی صفات میں فرمایا ہے "یقیمون الصلوۃ" کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں بلکہ اقامتِ صلوۃ فرمایا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں : کہ محاورہ ہے، لوگ کہتے ہیں فلاں مریض کا ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا تو مریض کھڑا ہوگیا، کیا اس کے پیر میں کوئی تکلیف تھی؟ نہیں! حالانکہ وہ بخار کا مریض تھا یا اور کوئی بیماری تھی، پیر تو بالکل ٹھیک تھے، تو اس محاورہ کا مطلب کیا ہوا، مطلب یہ ہے کہ وہ صحت مند ہوگیا، اس کے اندر کی کمی دور ہوگئی، اسی طرح ایک اور محاورہ بولا جاتا ہے: کب تک تم اپنے والدین پر بار و بوجھ بنے رہو گے، کب اپنے پیروں پر کھڑے ہوگے؟ تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے معاملات میں اپنی ضروریات میں دوسرے کے محتاج نہ بنو کامل و مکمل ہو جاؤ، اب اس سے سمجھ میں آ گیا کہ اقامتِ صلوۃ (نماز کھڑی کرنے) کا معنی ہے نماز کو کامل و مکمل کرنا۔

نماز میں سنت طریقہ کی رعایت

تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اقامتِ صلوۃ کیسے ہوگی، سنت کے موافق نماز پڑھنے سے۔ اور سنت کیا ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر

نماز پڑھنا محمد ﷺ نے فرمایا:"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي "(کہ نماز اس طرح پڑھا کرو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

(البخاری: کتاب الاذان، ح:٦٣١)

آج ہم لوگوں کا کیا حال ہے ہم نماز تو پڑھتے ہیں مگر "یقیمون الصلوۃ" عمل نہیں کرتے۔ یہاں بہت سے حضرات جمع ہیں، علماء کرام بھی اور غیر علماء کرام بھی علماء کرام تو پڑھتے پڑھاتے بھی ہیں، دوسروں سے میں سوال کرتا ہوں وہ فرمائیں کہ ان کی نماز سنت کے موافق ہے؟ سوچا! صرف قرات کی سات سنتیں ہیں اور رکوع کی آٹھ ہیں اور قیام کی گیارہ ہیں سجدہ کی بارہ اور قاعدہ کی تیرہ سنتیں ہیں، کل اکیاون سنتیں ہیں، ہم کو ان میں سے کتنی یاد ہیں؟ پھر ہم ان پر کتنا عمل کرتے ہیں غور کرو۔

اپنے کو بیمار سمجھو

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک ہیں، ہم میں کوئی کمی نہیں ہے، جاؤ پہلے کسی طبیب کو دیکھاؤ۔ ایک واقعہ یاد آیا، ایک لالہ صاحب سے تھے، وہ اپنی بیوی کو علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے گئے، طبیب صاحب نے غلطی سے لالہ صاحب ہی کی نبض پکڑلی، لالہ صاحب نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ہے، میں میری اہلیہ کو دکھانے لایا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے، مگر لالہ صاحب غلطی سے آپ کی نبض پر ہاتھ پڑ گیا ہے تو سن لیجئے کہ آپ کو شکر کا مرض ہے اور شکر بھی معمولی نہیں بلکہ کافی ہے۔ آپ جانچ کروالیں۔ اب جو ڈاکٹر سے جانچ کروائی تو بہت زیادہ شکر تھی۔ ایسے ہی بھائی! لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں کوئی کمی اور کھوٹ نہیں ہے (حالانکہ بہت ساری کمی ہوتی ہے)

ایک منٹ کے مدرسہ کی ترکیب

مختصر بات عرض کرتا ہوں کہ ایک منٹ، فجر کے بعد، جیسا موقع ہو، سنتوں کو یاد کرنے اور عملی مشق کے لئے نکالیں، مسجد میں اعلان کردیں کہ بھائی سنتوں کے بعد ایک منٹ کے لئے ٹھہر جائیں، جب لوگ ٹھہر جائیں تو قیام کی سنتیں بتائیں، قیام تو فرض ہے مگر محمد ﷺ قیام کس طرح کرتے تھے، سنت طریقہ کیا ہے؟ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، سر نہ جھکایا جائے اور نگاہ سجدہ کی جگہ ہو کہ یہ ایک دن بتائے۔ دوسرے دن دوسری سنت بتائے کہ پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور دونوں پیروں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ہو، یہ حکم ہے یہ معتدل الصحت (جس کی صحت کے اعتدال پر ہو اس کے لئے) ہے اور جو بہت موٹا ہو یا کوئی اور بات ہو تو وہ جیسا ہو سکے کھڑا ہو جائے، پھر تیسرے دن بتائے کہ امام کے ساتھ ساتھ تکبیر کہے، امام جب اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو، یہ کھڑے ہونے کی تین سنتیں ہوئیں، اس طرح ایک ایک دن ایک ایک سنت بتاتے جائیں۔

اعضاء کو قبلہ رو رکھنے کی حکمت

فرمایا: نیت باندھتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہونا چاہئے، سجدہ میں بھی انگلیاں قبلہ رو ہوں جب سجدہ میں تمام اعضاء قبلہ کی طرف ہوں گے تو دل بھی صاحبِ قبلہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف ہوگا۔

علم کی دو قسمیں

فرمایا: علم کی دو قسمیں ہیں: ایک ظاہری، ایک باطنی۔ ظاہری علم اعمال و مسائل کا علم ہے اور باطنی علم اخلاق ہے۔ اعمال بغیر اخلاص کے معتبر نہیں، یہ تو سب

جانتے ہیں، اوراسی طرح اخلاص بھی ہرصورت میں معتبرنہیں، وہی اخلاص معتبر ہے جو مسائل کے ماتحت ہو، مثلاً غروب کے وقت نماز پڑھے تو دیکھئے یہاں اخلاص تو ہے مگر چونکہ وہ مسائل کے تابع نہیں اس لئے معتبرنہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی قبلہ کے بجائے کسی اورطرف چہرہ کر کے نماز پڑھے تو وہ معتبرنہیں، حالانکہ یہاں اخلاص ہے، مگر مسائل کے تابع نہ ہونے کی وجہ سے وہ معتبرنہیں ہے، عمل بغیر اخلاص کے معتبر نہیں اوراخلاص بغیر مسائل کی رعایت کے معتبرنہیں۔

ظاہری اعمال کی اہمیت

فرمایا: ظاہری اعمال کی بھی اہمیت ہے، باطنی اعمال کی اہمیت تومسلم ہے ہی ظاہری اعمال بھی بڑے اہم ہیں، صرف باطنی عمل ہواوراس کے ساتھ اس کا ظاہر نہ ہوتو وہ مفیدنہیں، مثلاً یہاں کمرے میں بجلی تو ہے مگر میری آواز آپ سب تک نہیں پہنچ رہی ہے، (اس وقت حضرتِ والا رَحِمَہُ اللّٰہُ آہستہ فرمارہے تھے) کیوں؟ اس لئے کہ اس کا ظاہر لاؤڈ اسپیکر سامنے نہیں ہے، دیکھئے باطن وروح تو ہے، مگر بے فائدہ، کیونکہ اس کے ساتھ ظاہرنہیں ہے۔ اسی طرح آدمی مرجاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اس کی روح جسم سے الگ ہوجاتی ہے، روح تو اپنی جگہ باقی ہے، ہاں جسم سے الگ ہوگئی، اس پرلوگ غم کرتے ہیں حالانکہ روح فنانہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ روح کے ساتھ ظاہر کا تعلق ہونا چاہئے، یہی حال اعمال کا ہے۔

ایک ادب

فرمایا: کہ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے لکھا ہے کہ جب کسی کے یہاں جائے اور وہ کسی جگہ پر بیٹھنے کے لئے کہے تو وہاں بیٹھ جانا چاہئے،

امام شعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے فرمایا کہ ہم سے مشائخ نے اس بات پر عہد لیا ہے (کہ ایسا کریں گے)۔

ہمیشہ باوضو رہو

فرمایا: کہ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت ڈالنا چاہئے، خصوصاً اہل علم وطلبہ حضرات کو۔اس پر جب توجہ دلائی گئی تو ایک طالبِ علم نے لکھا کہ الحمد اللہ سالِ گزشتہ (دورۂ حدیث میں) ایک حدیث بھی نہیں چھوٹی، دوسری بات یہ لکھی کہ کوئی حدیث بغیر وضو کہ نہیں سنی، صرف دو حدیثیں بغیر وضو کے سنی گئیں، شام کی آخری گھنٹی تھی ایک دانہ تھا جو پھوٹ کر نکل آیا تھا، اور دو حدیثیں اس وقت بغیر وضو کے سن لی تھیں۔تو اس کا اہتمام ہونا چاہئے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔

اوپر بیٹھنا دلیلِ افضلیت نہیں

فرمایا: اوپر بیٹھنا ضرورت کی وجہ سے ہے، یہ نہیں کہ جو گھٹیا ہو وہ نیچے بیٹھے اور جو بڑھیا ہو وہ اوپر بیٹھے، بعض دفعہ اساتذہ کرام اور والدین نیچے ہوتے ہیں اور اپنے چھوٹوں اور بچوں کو اوپر بٹھاتے ہیں، اوپر ہونا کوئی شرف کی نشانی نہیں اور نیچے ہونا گھٹیا ہونے کی بات نہیں، ظاہری مثال اس کی یہ ہے کہ ترازو کا ہلکا پلڑا اوپر ہوتا ہے اور بھاری پلڑا نیچے ہوتا ہے، بلبلہ اوپر ہوتا ہے اور موتی نیچے ہوتا ہے۔

اہلِ صلاح کا اجتماع

فرمایا: ایک بات اہم عرض کرتا ہوں کہ مہینہ میں ایک دن مقرر کرلیں اور ایک وقت مصالح وحالات کے مناسب تجویز کرلیں، اور آدھے گھنٹہ سے شروع کریں اور آپس میں جمع ہوکر ہر ایک شخص ایک بات دین کی لکھ کر لائے جو اس کو زیادہ

نافع اور اہم معلوم ہو، زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ لکھے، زیادہ لمبا بھی نہ ہو، کوئی آیت مع ترجمہ وتفسیر، کوئی حدیثِ پاک، اپنے بزرگوں کے ارشادات میں سے کوئی ارشاد مع حوالہ کے۔ پھر ان کو سنایا جائے، اس کے بعد ذکر کر لیں کلمہ طیبہ، درودِ شریف وغیرہ، اس کے دو فائدے ہیں:

ایک فائدہ یہ کہ ایک کو دوسرے کے پاس بیٹھنے سے اندرونی (باطنی) فائدہ ہوگا، کیا فائدہ ہوگا؟ مثلاً کسی کے اندر اللہ کی محبت کا غلبہ ہے، کسی میں خشیت کا غلبہ، کسی میں صبر ہے، کسی کی شکر کی حالت زیادہ ہے، غرض اخلاقِ حمیدہ جو کسی میں کم، کسی میں زیادہ ہوتے ہیں ان کا ایک دوسرے پر اثر ہوتا ہے، اس کی حسی مثال یہ ہے کہ ہر شخص عطر لگا کر آئے کوئی نہ کوئی تو ایک عجیب قسم کی خوشبو ہوگی کہ نہیں؟۔

اسی طرح دوسرے کے پاس بیٹھے گا کہ ہمارے بھائی ہیں، نیک ہیں تو اس سے فائدہ ہوگا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: کہ میں کسی مجلس سے محروم نہیں آیا، جاتا ہوں استفادہ کی نیت سے فائدہ ملتا ہے۔

فرمایا کہ انوار بک ڈپو لکھنو کے علاقہ میں مشہور کتب خانہ ہے، کانپور کے ایک صاحب لکھنو میں رہتے تھے، وہ غصہ کے بیمار تھے، غصہ کا علاج تو ایک مستقل چیز ہے، مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے انکے لئے تجویز کیا تھا کہ عصر سے لیکر مغرب تک تم ان کی دکان پر جا کر بیٹھا کرو، ان میں حلم بہت تھا، انہوں نے لکھا کہ حضرت رحمہ اللہ ان کے غصہ میں کمی آ گئی ہے۔ عزیز دوستو! جس طرح کسی کو گرمی لگ رہی ہو تو ٹھنڈی جگہ بٹھانے سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح ایک دوسرے سے ملنے سے باطنی فائدہ ہوتا ہے۔

فرمایا: کہ جمع ہونے سے فائدہ ہوتا ہے، اگر کچھ نہیں تو کم از کم اذان کا دور

کرلو،سورہ فاتحہ کا دور کرلو، بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے ان چیزوں کی تصحیح کی ہوگی۔ حضوراکرم محمد ﷺ کے ساتھ جبرئیلؑ قرآن پاک کا دور فرماتے تھے،تو ہم کو بڑی ضرورت ہے، ہمارے یہاں الحمداللہ یہ سلسلہ جاری ہے،آج یہ سنت ختم سی ہوگئی ہے،رمضان میں تراویح سنانے والے حفاظ جو پڑھتے ہیں وہ تو سنانے کے لئے پڑھتے ہیں مگر یہ دور کی سنت ختم ہوگئی ہے۔

صبر وشکر کی تعلیم

(نوٹ :مجلس میں زیادہ لوگ آجانے سے جگہ تنگ ہوگئی اور لوگ کچھ پریشانی سی محسوس کرر ہے تھے) تو اس پر فرمایا: کہ ایک وقتی ضرورت کی بات عرض کردوں، وہ یہ کہ طبیعت کے موافق حالت پیش آئے تو شکر کرنا چاہئے اور اگر خلافِ طبیعت بات پیش آئے تو صبر کرنا چاہئے ،اور بزرگوں نے نہ موافق حالات کے لئے ایک نسخہ تجویز کیا ہے جس سے کہ کڑوی دوا بھی میٹھی ہوجائے ،ڈاکٹر تو کیپسول میں رکھ کر دیتے ہیں اور ان حضرات کے یہاں کیپسول وپپسول کچھ نہیں ، یوں ہی دیتے ہیں، وہ تجویز یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پیش آئے تو یہ سوچو کہ شکر ہے کہ اس سے بڑی مصیبت نہیں آئی ،لوگ کہتے ہیں کہ دو گھنٹے کے لئے بجلی جاتی ہے،شکر ہے کہ اگر چار گھنٹے کے لئے چلی جاتی تو کیا کر لیتے ؟۔

سفر ہو رہا تھا حیدرآباد کا ،گاڑی دو گھنٹے لیٹ ہوگئی ،گاڑی میں میں اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا: کہ بزرگوں کی ایک بات سنادوں؟ کہا: کہ ہاں ، میں نے کہا کہ شکر کرو کہ چار گھنٹے لیٹ نہیں ہوئی ، یہ سن کر انہوں نے کہا کہ آپ نے تو ہماری ساری پریشانی دور کردی۔

چٹائی کی ٹوپی

فرمایا: بعض چیزوں کا رواج ہر جگہ پڑا ہوا ہے جیسے مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں پہن کر نماز پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے۔اسی طرح پلاسٹک کی ٹوپیاں بھی چل پڑی ہیں۔کیا کسی عالم سے پوچھا کہ اس کو پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ آج کل لوگ دیکھا دیکھی عمل کرنے لگتے ہیں، علماء سے پوچھتے نہیں، یہ رواج بھی ایسے ہی دیکھا دیکھی چل پڑا ہے۔

مگر ذرا سوچو کہ کیا کوئی نوجوان اس ٹوپی کو پہن کر اپنے سسرال جانا پسند کریگا؟ جب اس کو پہن کر سسرال میں جانا پسند نہیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کو پہن کر جانا کیسے درست ہوگا؟! پھر جو لوگ ثواب کا کام سمجھ کر ان ٹوپیوں کو لا کر رکھتے ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ لوگ جو ٹوپی گھروں سے پہن کر آتے ہیں یہ اچھی ہوتی ہے یا وہ چٹائی و پلاسٹک کی ٹوپی اچھی ہوتی ہے؟ سب یہی کہتے ہیں کہ گھر سے جو ٹوپی پہن کر آتے ہیں وہ اچھی ہوتی ہے۔

میں نے بنگلہ دیش میں، پاکستان میں سب جگہ سوال کیا، سب نے یہی جواب دیا۔اب ذرا سوچئے! کہ اگر کوئی مہمان آپ سے کہے کہ میں ٹوپی لانا بھول گیا مجھے کوئی ٹوپی دیجئے تو کیا اپنے مہمان کو یہ چٹائی و پلاسٹک کی ٹوپی دینا منظور کرو گے؟ نہیں! تو پھر اللہ کے مہمان کو جو اللہ کے گھر آیا ہے، اس کے لئے یہ ٹوپی کیوں لا کر رکھتے ہیں؟ کیا جو قدر اپنے مہمان کی ہے اللہ کے مہمان کی اتنی بھی قدر نہیں؟!۔

علماء نے اس ٹوپی سے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے، تو جتنے لوگ یہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھیں گے ان کی نماز ناقص ہوگی، حکم تو یہ تھا کہ لوگوں کی نمازوں کو کامل بنانے کی

کوشش کرتے، اب الٹا یہ کرتے ہیں کہ نمازیں ناقص ہو جائیں۔ بعض جگہ توجہ دلائی گئی تو لوگوں نے فوراً ان ٹوپیوں کو مسجد سے اٹھوا دیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور فکرِ آخرت

فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حقوق اللہ وحقوق العباد کے بارے میں خاص طور پر ایک رسالہ لکھا ہے "العذر و النذر" اس میں ہر ایک کی معافی کا طریقہ بتایا ہے، کسی بندے کی حق تلفی کی ہے تو معافی مانگیں، اور اگر وہ معاف نہ کرے اور بدلہ لینا چاہے تو اس کا بدل ادا کرے۔ کسی کی چوری کی تو توبہ سے وہ مال چوری کا حلال نہیں ہو جاتا، اس کو واپس کرنا ہوگا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس رسالہ کے آخر میں اعلان فرمایا کہ اگر مجھ پر کسی کا حق ہو تو وہ فوراً مجھ سے وصول کر لے، اور اس رسالہ کو ان اشعار پر ختم فرمایا ہے۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو — بری بات کہکر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام — قیامت کے دن پر نہ رکھے یہ کام
کہ خجلت بروزِ قیامت نہ ہو — خدا پاس مجھکو ندامت نہ ہو

سفرِ آخرت کا توشہ

فرمایا: دنیا کا سفر آخرت کے سفر کی نظیر ہے، اس دنیا میں جب ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہیں تو اس کا کتنا اہتمام ہوتا ہے اور اس کے لئے کتنی تیاری ہوتی ہے؟ یہ اہتمام و تیاری کیوں ہوتی ہے؟ اس لئے کہ سفر آرام و راحت اور عزّت و عجلت کے ساتھ ہو، اگر سفر میں کھانا ساتھ نہ ہو تو راحت نہ ملے گی، ریزرویشن نہ ہو تو سکون نہ ملے گا، اس لئے ان سب کا اہتمام کیا جاتا ہے، اسی طرح آخرت کے سفر کی بھی

تیاری کرنا چاہئے ،اس کا توشہ بھی تیار کرنا چاہئے ،اس کا توشہ کیا ہے؟ایمان اور عملِ صالح ۔ایمان ایسا ہے جیسے گاڑی کا ٹکٹ خرید لیا مگر صرف ٹکٹ سے عزت و آرام سے سفر نہیں ہوتا ، بلکہ ریز رویشن بھی کرانا چاہئے ،اس کا ریز رویشن عملِ صالح ہے۔لہذا ایمان کے ساتھ عملِ صالح کی تیاری کر کے اپنے سفرِ آخرت کو آرام دہ وباعزت بنانا چاہئے ؛اسی لئے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ایمان کے ذکر کے ساتھ عملِ صالح کی قید بھی لگائی گئی ہے۔

آخرت کا ریز رویشن اختیاری ہے

فرمایا: دنیا میں ریز رویشن ہونا اختیاری نہیں ہے،کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ٹکٹ مل گیا مگر ریز رویشن نہیں ہوتا ، کیونکہ جگہ خالی نہیں ۔مگر آخرت کا ریز رویشن اختیاری ہے،جب چاہے آدمی اپنا ریز رویشن کر سکتا ہے وہ کیسے؟عملِ صالح اختیار کرے،بس ریز رویشن ہو گیا۔

خالو،آلو نہیں ، بھالو ہے

فرمایا: آج کل صلحاء کے یہاں بھی شرعی پردہ باقی نہیں ہے،صلحاء سے مراد علماء وحفاظ،حاجی و دیندار کہلانے والے لوگ ہیں،اور بات جب کہی جاتی ہے تو اکثر کی کہی جاتی ہے ورنہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی ۔تو بہت سے لوگ شرعی پردہ نہیں کرتے ، جیسے خالو سے پردہ نہیں کرتے ، میں کہا کرتا ہوں : کہ لوگوں نے خالو کو آلو سمجھ لیا ہے، جیسے آلو کو مختلف طریقوں سے پکا کر کھاتے ہیں،ایسے ہی خالو سے بھی دلچسپی لیتے ہیں،حالانکہ خالو،آلو نہیں ، بلکہ بھالو ہے، جانتے ہو بھالو کیا ہے؟ بھالو ریچھ کو کہتے ہیں ، جیسے کوئی ریچھ کے قریب نہیں جاتا ایسے ہی خالو سے بھی پردہ

کرنا چاہئے۔

سنت کی ٹکیہ، تمام بیماریوں کا علاج

فرمایا: ایک ایک سنت لوگوں کو بتائی جائے، اس سے لوگوں کی زندگی میں تبد یلی آجائے گی۔ دیکھئے ٹی بی کے مریض کو روزانہ ایک ایک ٹکیہ ہی تو دی جاتی ہے، جس سے چند ماہ کے بعد اس کی بیماری کٹ جاتی ہے، ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح امت کو سنت کی ٹکیہ دو، روزانہ ایک ایک ٹکیہ دو، اس سے امت کی بیماریاں ختم ہوجائے گی اور وہ تندرست ہوجائے گی۔

موت کا استحضار، ایک عجیب واقعہ

فرمایا: حکم ہے کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو "کُنْ فِیْ الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ" کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر رہتا ہے یا ایسے رہو جیسے راستہ گزرنے والا ہوتا ہے۔

(البخاری، کتاب الرقاق، ح:٦٤١٦)

ہر وقت موت کا استحضار رہنا چاہئے کہ نہ معلوم کب آجائے۔ ایک محدث کا عجیب واقعہ ہے کہ وہ ایک اور محدث کے پاس حدیث سیکھنے کیلئے گئے، انہوں نے پوچھا کہ زبانی سناؤں یا کتاب سے سناؤں ؟ کہنے لگے کہ کتاب سے سننا چاہتا ہوں اس پر وہ محدث کتاب لانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے اور اندر جانے لگے تو ان صاحب نے کہا کہ حضرت! پہلے زبانی سنا دیجئے، چنانچے انہوں نے زبانی سنادی اور پھر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے پہلے تو کہا کہ کتاب سے سننا چاہتا ہوں اور جب میں اٹھا تو آپ نے کہا کہ زبانی سنا دیجئے ؟ اس سوال پر انہوں نے عجیب بات فرمائی کہ میں سننا تو چاہتا تھا کتاب ہی سے، مگر جب آپ اٹھکر کتاب لانے

اندر جانے لگے تو خیال ہوا کہ آپ اندر جائیں گے اور کتاب نکال کر لائیں گے، اس میں کچھ وقت لگے گا اور یہ معلوم نہیں کہ موت کا وقت کب ہے، اگر اسی دوران مر گیا تو بغیر حدیث سنے مرتا؛ اس لئے میں نے گزارش کی کہ پہلے زبانی سنا دیں، پھر فرمایا: کہ اب آپ کتاب سے بھی سنا دیجئے تا کہ بات پختی اور پکی ہو جائے۔ دیکھئے موت کا کس قدر استحضار ہے!!۔

اصلاح کی کوشش میں کمی ہے

فرمایا: آج معاشرے میں جس قدر بگاڑ ہے اسی کے مناسب اصلاح کی کوشش بھی ہونی چاہئے، کوششیں تو ہو رہی ہیں، ہر جگہ کام ہو رہا ہے، مگر جتنا بگاڑ ہے اس کی اصلاح کی ویسی کوشش نہیں ہے۔ میں لندن گیا تھا تو وہاں میں نے دیکھا کہ فرش بھی گرم ہے، ہیٹر کا بھی انتظام ہے، ہر چیز گرم گرم موجود، اور گرمی کا بڑا انتظام ہے، میں نے کہا: کہ اس قدر گرم چیزوں کا انتظام واہتمام کیوں ہے؟ جب کہ ہندوستان میں اتنی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی؟ کہنے لگے: کہ یہاں سردی بھی سخت ہوتی ہے، ہندوستان میں اتنی نہیں ہوتی؛ اس لئے گرم چیزوں کا زیادہ اہتمام وانتظام کیا گیا ہے۔ میں نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ ہندوستان میں دینی اعتبار سے بگاڑ زیادہ ہے یا لندن میں؟ کہنے لگے کہ لندن میں۔ میں نے کہا کہ پھر اس بگاڑ کو ختم کے لئے کیا یہاں لندن میں ہندوستان سے زیادہ کوشش ہو رہی ہے، اور اس کا انتظام کیا گیا ہے؟ نہیں! بات یہی ہے کہ بگاڑ جتنا ہے اس کی اصلاح کے لئے کوشش اس کے بقدر نہیں ہو رہی ہے یہ ہماری کمی وکوتاہی کی بات ہے۔

دعا وتدبیر کا اصول

فرمایا: انسان پر جو حالات پیش آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں: ایک وہ جن کا

دفع کرنا انسان کے اختیار میں ہے، دوسرے وہ جن کا دفع کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔جن کا دفع کرنا اختیار میں ہے وہاں دفع کرنے کی تدبیر بھی کرنا چاہئے اور دعا بھی کرنا چاہئے تاکہ تدبیر فیل نہ ہو۔اور جن کا دفع کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے وہاں صرف دعا کرنا چاہئے ،مگر اب لوگ ایسے مواقع پر دعا نہیں کرتے ،حالانکہ یہاں زیادہ دعا کرنا چاہئے کیوں کہ تدبیر تو ہے نہیں ،صرف دعا ہی کہ ذریعہ اس کو دفع کر سکتے ہیں ،جیسے بارش ہو تو اس کا روکنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے ،لہذا یہاں صرف دعا کی جا سکتی ہے۔

اخلاص و بشاشت میں تلازم نہیں

فرمایا: بعض اوقات نیکی کے کام میں دل نہیں لگتا تو بعض لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور اس کو اخلاص کے خلاف سمجھتے ہیں ، ایسا نہیں ہے ۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کامل پوری جو بہت بڑے عالم وفاضل تھے،علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ بھی ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔انہوں نے حضرت والا (تھانوی رحمہ اللہ) کو ایک مرتبہ لکھا کہ مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے اور جب میں زکوٰۃ نکالتا ہوں تو گرانی محسوس ہوتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ مجھ میں اخلاص نہیں ہے اور اگر زکوہ نہ نکالوں تو ترکِ زکوۃ کا گناہ ہو گا ،اب میں کیا کروں ؟ حضرتِ والا رحمہ اللہ نے دو جملوں میں اس کا جواب دیدیا ،فرمایا: کہ زکوٰۃ نکالا کریں گرچہ گراں معلوم ہو ،اخلاص و بشاشت میں تلازم نہیں ہے ۔اور دوسرے موقع پر فرمایا ہے: کہ بشاشت نہ ہونے پر بھی زکوٰۃ دینے سے زیادہ ثواب ملے گا ،اس لئے دل نہ لگنے اور بشاشت نہ ہونے سے پریشان نہ ہونا چاہئے ،یہ اخلاص کہ خلاف نہیں ہے۔

ہر کام کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے

فرمایا: ایک بڑے میاں نے مجھ سے کہا: کہ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں ناراض تو نہ ہونگے؟ میں نے کہا: کہ ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ ان کا سوال علماء کے بارے میں تھا اور میں بھی علماء ہی کی برادری سے تعلق رکھتا تھا، تو ان کو خیال ہوا ہوگا کہ علماء کے بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ ناراض ہو جائیں گے۔ میں نے کہا: آپ بتائیں، ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ کہنے لگے: کہ آج کل نوجوانوں کا جو طبقہ مدارس سے فارغ ہو کر آرہا ہے، سند لے کر آرہا ہے، یہ نماز میں سستی کرتا ہے، جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، جب ان کے پاس علم ہے تو عمل کیوں نہیں؟ جب کہ میرا پوتا عالم نہیں مگر نماز کی، جماعت کی پابندی کرتا ہے۔ میں نے کہا: کہ دنیا کا کوئی کام بھی کرنا ہے تو دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، اگر یہ دو باتیں نہ ہو تو کام نہیں ہوسکتا، ایک: نور و روشنی کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مسجد کو جانا ہے، بازار کو جانا ہے، اگر روشنی نہ ہو تو کیا مسجد یا بازار کو جا سکتے ہیں؟ نہیں جا سکتے۔

دوسری چیز: جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہے طاقت، روشنی تو ہو مگر طاقت نہ ہو تو بھی کوئی کام نہیں ہوسکتا، مسجد جانا ہے بازار جانا ہے مگر طاقت نہیں ہے قدم نہیں اٹھا سکتا تو کیسے جائے گا؟ تو معلوم ہوا کہ ہر کام کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے: روشنی اور طاقت۔ اسی طرح دینی کام کے لئے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہے: ایک روشنی کی، اس کا نام علم ہے، علم جنت کا راستہ دکھاتا ہے اور جنت ہر مومن کا مقصود و مطلوب ہے، اس کا راستہ اللہ نے بنایا اور نبیوں نے ہم کو بتایا، وہ کیا؟ اعمالِ صالحہ، اعمالِ صالحہ جنت کا راستہ ہے، مگر عملِ صالح کو دکھانے والی چیز علمِ دین ہے، اگر علمِ

دین نہ ہوتو جنت کا راستہ دکھاہی نہ دے گا، جیسے حدیث میں ہے کہ "اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ" کہ روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔

(البخاری، کتاب الصوم، ح:١٩٠٤)

اگر کوئی عید کے دن کا روزہ رکھےتو حرام ہے، یہ جہنم کا راستہ ہے،علمِ دین بتا ئے گا کہ کونسا عمل صالح ہے جس سے جنت ملے گی۔

تو ایک چیز تو علم دین ہے مگر علم کافی نہیں،اس سے روشنی تو ملے گی مگر جب تک اس راستہ پر چلے گانہیں، جنت میں نہیں پہنچے گا،اس لئے اب عمل کے لئے طا قت بھی چاہئے، وہ طاقت کیا ہے؟عمل کی طاقت دو چیزوں سے ملتی ہے: ایک اللہ کی محبت، دوسرے اللہ کا خوف۔اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف عمل پر انسان کو ابھارتا ہے ،لہذا یہ چیزیں پیدا کرلو،عمل ہونے لگے گا۔میں نے ان بڑے میاں سے کہا: کہ آپ کے پوتے کو کسی جگہ سے اللہ کی محبت وخوف حاصل ہوگیا ہوگا لہذا ان کے لئے عمل آسان ہوگیا،اور جو علم کے باوجود عمل نہیں کرتے ان کے پاس روشنی ہے مگر طاقت نہیں؛لہذا عمل نہیں کرتے،اگر یہ بھی محبت کی ایک ٹکیہ کھالیں تو عمل آسان ہوجائے یا خوف ہوتو عمل آسان ہوجائے، جیسے ملازم صبح صبح سردی میں بھی اٹھ کر اپنی ڈیوٹی پر پہنچتا ہے، کیوں؟اس لئے کہ یہ خوف ہے کہ نہ پہنچے تو معطل ہوجائے گا۔

اللہ ورسول کی محبت سب سے زیادہ ہو

فرمایا: اللہ ورسول کی محبت ہر مومن کو حاصل ہے، مگر اور زیادہ ہونا چاہئے اور تمام چیزوں سے زیادہ ہونا چاہئے۔بیوی کی، ماں باپ کی، بچوں کی، سب کی محبت اپنی جگہ ہو مگر سب سے زیادہ اللہ ورسول کی محبت ہو۔حدیث میں ارشاد ہے "لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُم حَتّٰى اَكُوْ نَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ وَوَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ

اَجۡمَعِیۡنَ " کہ تم میں سے کوئی شخص کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک خود اس کی ذات، اس کے باپ اور بچے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(البخاری، کتاب الایمان، ح:١٤، ١٥)

ایک شخص کے چار دوست تھے، چاروں اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارا تعاون کیجئے، یہ شخص ایک کا تعاون تو کرسکتا ہے، اس کے پاس اتنی ہی گنجائش ہے، اب یہ آدمی کشمکش میں پڑ گیا کہ کیا کروں؟ یہاں ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ کسی کو تعاون نہ دے اور کسی کی مدد نہ کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ان میں سے کسی کو ترجیح دے گا، اور اس کو ترجیح دے گا جس سے سب سے زیادہ محبت ہوگی۔ اسی طرح بیوی، ماں باپ، دوست احباب، رسوم ورواج سب کی محبت ہے مگر دوسری طرف سنت ہے تو خود فیصلہ کرو کہ کس کو ترجیح دینا چاہئے۔ یہ علامت ہے کہ اللہ ورسول کی محبت سب سے زیادہ ہے۔

محبتِ الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دعا کرتا رہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسۡئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنۡ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیۡ اِلٰی حُبِّكَ " (اے اللہ میں تیرے سے تیری محبت مانگتا ہوں اور تیرے سے محبت کرنے والوں کی محبت مانگتا ہوں اور تیری محبت کے قریب کرنے والے عمل کی محبت چاہتا ہوں۔

(مسند احمد، ح:٢٢١٦٢)

دوسرے یہ کہ نبی کریم محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرے ،یا سنے ،زیادہ نہیں تو پانچ منٹ ہی سہی ۔تیسرے صحابہ کرام کے حالات اور بزرگانِ دین کے حالات وواقعات پڑھے ،اہل محبت کے حالات وواقعات پڑھنے سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے ۔چوتھے اللہ کا ذکر کرے ،ایک تسبیح استغفار کی ،ایک تسبیح کلمہ طیبہ کی ،ایک تسبیح درود شریف کی ۔پانچویں یہ کہ تلاوت کرے ۔کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو محبت پیدا ہو جاتی ہے ،تعلق پیدا ہو جاتا ہے ۔اور چھٹے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرے ،ہر نماز کے بعد کم از کم اس کا اہتمام کرے ،منعم سے محبت ہو جائے گی ۔

سنت ،ذریعہ مقبولیت ہے

فرمایا :جو حضرات سنت پر چلتے ہیں وہ اللہ کے پاس مقبول ہوتے ہیں اور مخلوق کے نزدیک بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے ،حتیٰ کہ غیر مسلموں میں بھی وہ مقبول ہوتے ہیں ۔حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ہند سے پاک جاتے تھے تو ہندو آپ کے ہاتھ چومتے تھے ،یہ سنت کی اتباع کا اثر ہے ۔

دینی مجلس کا ایک ادب

فرمایا :دینی مجلس میں خاموشی کا لحاظ ہونا چاہئے ؛کیوں کہ دینی باتیں روحانی امراض کا علاج ہیں اور دینی مجالس ،ہسپتال اور آپریشن تھیٹر کی طرح ہیں جہاں آپریشن ہوتا ہے وہاں خاموشی ہوتی ہے ،اسی طرح دینی مجالس میں بھی خاموشی کا لحاظ ہونا چاہئے ۔

خوفِ خدا کا اثر

فرمایا :قرآنِ پاک میں ہے " وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ

عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی "(جس نے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کھایا اور نفس کو گناہ سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

(پارہ: ۳۰،النازعات :آیت :۴۱)

اس میں بتایا گیا ہے کہ خوف کی نشانی کیا ہے؟ گناہ سے بچنا، یہ خوف کا اثر ہے،اور گناہ دلیل ہے کہ دل میں خوف نہیں۔

صفِ اول کی اہمیت

فرمایا: جب مسجد میں آئے تو پہلے صف اول کو پُر کرنا چاہئے۔آج اس میں بڑی غفلت ہورہی ہے۔میں ایک مسجد میں گیا جہاں چند نمازی تھے مگر ہر صف میں دو تین آدمی بیٹھے ہیں۔حکم یہ ہے کہ پہلی صف میں بیٹھا جائے ،اب لوگ آخری صفوں میں بیٹھتے ہیں۔اس کا نقصان یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں بھی دیر سے داخلہ ہوگا۔

(مسلم ،کتاب الصلاۃ،ح:۹۸۲۔ابو داؤد، کتاب الصلاۃ،ح:۶۷۹)

بیعت کی فضیلت

فرمایا: بیعت کے معنی ہے بیچنا۔ بیعت میں مرید اپنے نفس وخواہشات کو بیچتا ہے،اوراس کے بدلے میں سنت کوخریدتا ہے؛اس لئے اس کو بیعت کہا جاتا ہے۔

سنت کا طریقہ اکمل ،اجمل ،اسہل

فرمایا: کہ سنت میں تین باتیں ہوتی ہیں:ایک :یہ کہ اس میں سہولت وآسانی ہوتی ہے، جیسے حکم ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ،اس میں آسانی ہے بنسبت اس کے کہ ادھر ادھر ہاتھ ڈال کر کھایا جائے۔دوسری: سنت میں خوشنمائی و جمال بھی ہوتا ہے

،تیسری: یہ کہ سنت کا طریقہ اعلیٰ طریقہ ہے اس کو میں آسانی کے لئے یوں عرض کیا کرتا ہوں کہ سنت کا طریقہ اکمل بھی، اجمل بھی اور اسہل بھی ہے۔

سنتِ نبوی، کامل نمونہ حیات

فرمایا (ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب سے): طلبہ کو سنت کا عادی بنانا چاہئے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے سنن عادیہ کی عادت ڈالی جائے، جیسے کھانے کی سنتیں، سونے کی سنتیں، اس میں کوئی مخالفت و مزاحمت نہیں کرتا، جب ان کی عادت ہوجائے تو اور سنتیں بتائی جائیں۔اسی سلسلہ میں فرمایا: کہ نکلتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالے، اور داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر داخل کریں۔ یہ سنت مسجد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور جگہ بھی یہی طریقہ ہے، طلبہ کو اس کی مشق کرائی جائے، جب مدرسہ میں عادت پڑ جائے گی تو باہر جا کر بھی یہی کریں گے، اس طرح ایک ایک سنت پر عمل کرایا جائے، آخر اللہ کے رسول علیہ السلام کی سنت، کامل نمونہ حیات ہے، اس لئے اس کا اہتمام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔

آلاتِ علم کا احترام

فرمایا: کہ مدرسہ میں کاغذ دان الگ ہونا چاہئے اور کوڑا دان الگ ہونا چاہئے؛ کیونکہ کاغذ آلاتِ علم میں سے ہے، اس کا احترام وعظمت کرنا چاہئے۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رَحِمَہُ اللّٰہُ ایک دفعہ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور پھر فوراً واپس چلے آئے، پوچھنے پر فرمایا: کہ جب میں اندر گیا تو میری نظر میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر پڑی، اس پر سیاہی لگی ہوئی تھی، تو خیال ہوا کہ سیاہی تو آلاتِ علم میں سے ہے، اس کو بیت الخلاء میں لے جانا احترام کے خلاف ہے، اس لئے باہر آ گیا۔ پھر آپ نے

کیاری میں پانی سے ہاتھ دھویا، روشنائی نکالی، پھر بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ دیکھا کیسا احترام ہے؟۔امام سرخسی رحمہ اللہ بلا وضو کتبِ فقہ کا مطالعہ نہیں فرماتے تھے، ایک دفع رات میں دست کی شکایت ہوگئی اور بار بار قضاء حاجت کے لئے جانا پڑا تو ہر مرتبہ وضو فرماتے رہے حتیٰ کے ایک رات میں سترہ دفعہ وضو فرمایا ہے۔ یہی تو وہ آلاتِ علم کا احترام ہے جس سے وہ حضرات علم کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے!۔

غیر مستحق طلبہ کا امدادی داخلہ

فرمایا: ایک اہم بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ بعض طلبہ مدرسہ میں امدادی داخلہ لیتے ہیں جب کہ وہ امداد کے مستحق نہیں ہوتے، سوال کی مذمت و برائی جو حدیث میں آئی ہے تو کیا یہ صورت اس میں داخل نہیں؟ کیا یہ سوال نہیں ہے؟ جب یہ سوال ہے اور اس کی برائی معلوم تو غیر مستحق لوگ امدادی داخلہ کیوں لیتے ہیں؟ یہ جائز نہیں ہے۔

جنت کا راستہ

فرمایا: آدمی چاہتا ہے کہ ہر کام عجلت سے ہو، راحت سے ہو اور عزت سے ہو، مثلاً سفر کرنا تو ہم چاہتے ہیں کہ عزت کے ساتھ سفر ہو اور سفر میں راحت بھی ہو اور جلدی سفر ہو جائے، اسی طرح جنت میں جانا ہے عزت، راحت اور عجلت سے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ سنت پر عمل۔ تو سنت ہی جنت کا راستہ ہے، سنت پر چلو جنت کو پہنچ جاؤ گے۔

تین اہم اور آسان سنتیں

فرمایا: تین اہم اور آسان سنتیں ہیں، ان پر عمل کیا جائے تو اور سنتوں پر عمل کرنے کا شوق بھی پیدا ہوگا اور دیگر سنتوں پر عمل کرنا آسان بھی ہوگا، یہ تجربہ کی بات

ہے، آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ وہ تین سنتیں یہ ہیں:

ایک یہ کہ سلام کا رواج وعادت ڈالے، جس کو جانتا پہچانتا ہے اس کو بھی سلام کریں جس کو جانتا پہچانتا نہ ہو اس کو بھی سلام کریں، اور سلام میں سبقت کریں یعنی پہلے خود سلام کرنے کی کوشش کریں اور سلام کثرت کے ساتھ کرے۔

دوسری اہم سنت یہ ہے: کہ بڑھیا کام داہنے ہاتھ سے کریں اور گھٹیا کام بائیں ہاتھ سے۔ کھانا کھانا ہے تو داہنا ہاتھ استعمال کرے اور ناک صاف کرنا ہے تو بایاں ہاتھ استعمال کرے، یہ دائیں بائیں کی سنت ہر کام میں ہے۔

تیسری سنت یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں یعنی فجر اور عصر کی نماز ان کے بعد تسبیح فاطمہ کا اہتمام کرے یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، اور ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ، اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھے، اور دن میں ایک تسبیح پہلے کلمہ کی اور ایک تسبیح سوم کلمہ کی اور ایک تسبیح درود شریف کی پڑھنے کا معمول بنالے، اس سے ان شاء اللہ دیگر سنتوں پر عمل کرنا آسان ہوگا اور شوق بھی پیدا ہوگا۔

قرآنِ پاک کے چار حق

فرمایا: کہ قرآنِ پاک کے چار حقوق ہیں: عظمت، محبت، اطاعت اور تلاوت مع الصحت۔ قرآنِ پاک کی عظمت جیسے ہونی چاہئے ویسی نہیں کی جاتی، امام کے لئے تو عمدہ مصلیٰ بچھاتے ہیں مگر قرآنِ پاک کو بغیر کپڑے کے رکھدیتے ہیں، حالانکہ امام کی نماز بغیر اس مصلی کے بھی ہوجاتی ہے۔ پھر یہ مصلی کیوں بچھاتے ہیں اکرام کے لئے، اسی طرح قرآنِ پاک کی بھی عظمت ہونی چاہئے۔ سوچئے امام افضل ہے یا قرآنِ پاک؟ سب یہی کہیں گے کہ قرآنِ پاک افضل ہے، پھر بھی امام کے

لئے تو عمدہ مصلی بچھاتے ہیں اور قرآنِ پاک جہاں رکھا ہے اس کے نیچے کوئی کپڑا تک نہیں ہے۔ایک جگہ بیان کرتے کرتے نگاہ گئی تو الماری میں دیکھا کہ قرآن رکھا ہے، بیان کے بعد میں الماری کی طرف گیا اور لوگ بھی میرے ساتھ گئے، میں نے اس قرآنِ پاک پر ہاتھ رکھا تو ہاتھ پر اس کے اوپر کا غبار لگ گیا، بعض لوگ میرا ہاتھ صاف کرنے لگے، کس قدر تعجب ہے کہ میرے ہاتھ کو صاف کرنے کی تو فکر ہے، مگر قرآنِ پاک پر جو گرد وغبار لگا ہوا ہے اس کے صاف کرنے کی فکر نہیں۔

قرآنِ پاک کے لئے رحل ہونا چاہئے

فرمایا: کہ قرآنِ پاک کے لئے رحل کا انتظام ہونا چاہئے، تپائی قرآنِ پاک کے لئے مخصوص نہیں ہے، اس پر تو دوسری کتابیں بھی رکھی جاتی ہیں، ان کی وضع عام ہے لیکن رحل قرآنِ پاک کے لئے مخصوص ہے؛ اسی لئے بزرگوں نے رحل کو تجویز کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اب بعض طلبہ مدارس میں رحل پر دینی کتابیں بھی رکھنے لگے ہیں، اس کی اصلاح کرنا چاہئے۔ سوچو کہ کیا امام کے مصلے پر کوئی سنتیں پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مگر نہیں پڑھتے، کیوں؟ اس لئے کہ امام کا مصلی ہے اکرام کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآنِ پاک کے لئے جو رحل ہے اس پر ہی دوسری کتابیں نہیں رکھنی چاہئے۔

پریشانیوں کے علاج کا سب سے آسان نسخہ

فرمایا: کہ بیماری وپریشانی کا سب سے آسان نسخہ دعا ہے۔ کسی صاحب نے حضرتِ والا حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے پوچھا تھا کہ سب سے زیادہ مؤثر وظیفہ بتا دیجئے، فرمایا: کہ دعا سے بڑھ کر کوئی مؤثر وظیفہ نہیں۔ جب کوئی پریشانی آئے تو دعا کرو، حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جب تیز آندھی آتی یا تیز بارش ہوتی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف سبقت فرماتے۔

دعا کتنی آسان چیز ہے پریشانی کے موقع پر اس سے کام لے سکتے ہیں، مگر دعا کسی سائل سے سیکھو کہ جس طرح سائل مانگتا ہے اس طرح مانگو، اور بچوں سے مانگنا سیکھو، جس طرح ہمارے بچے ہم سے لگ لپٹ کر مانگتے ہیں، ہم میں کتنے لوگ اس طرح مانگتے ہیں؟ حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے قسم کھا کر: کہ جب کبھی قاعدے سے دل لگا کر دعا کی تو ضرور قبول ہوئی، اسی کو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "واقرع الباب ملحا" دروازہ برابر کھٹکھٹاتے جاؤ، عاجزی کے ساتھ، جو دروازہ کھٹکھٹائے گا تو ضرور کھل جائے گا۔

اسی کو حضرت خواجہ عزیزالحسن صاحب رحمہ اللہ خلیفہ تھانوی علیہ الرحمۃ نے شعر میں ارشاد فرمایا ہے۔

وہ کھولیں یا نہ کھولیں   دراس پر ہو تیری کیوں نظر
تو تو اپنا کام کئے   جا یعنی صدا لگائے جا

پہلے دعا یا دوا؟

فرمایا: بیماری اور پریشانی کے موقعہ پر پہلے دعا کرنا چاہئے پھر دوا یا تدبیر کرنی چاہئے، مگر اب لوگ الٹا کرتے ہیں کہ پہلے دوا اور تدبیر کرتے ہیں، جب کامیابی نہیں ہوتی تو دعا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، سوچنا چاہئے کہ ہم کو جب کوئی بات پیش آتی ہے تو پہلے بڑے کی طرف رجوع کرتے ہیں، اسی طرح جب پریشانی پیش آئے یا بیماری ہو جائے تو پہلے اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، تدبیر سے کامیابی حاصل ہوتی ہے، اسی لئے سب سے پہلے دعا کا اہتمام کرنا چاہئے، دعا کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر کے دل میں دوا اور وکیل کے دل میں تدبیر ڈال دیتے ہیں۔

ہماری پریشانی لائی ہوئی ہے آئی ہوئی نہیں

فرمایا: کہ آج عام طور پر مسلمان پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں، بالخصوص ہندوستان میں ۔ جہاں مسلم آبادی زیادہ ہے وہاں کے مسلم بہت سے پریشانیوں کا شکار ہیں، جولوگ اخبارات پڑھتے ہیں ان کے علم میں یہ بات ہے۔لوگ پوچھتے ہیں کہ پریشانی کب ختم ہوگی میں کہتا ہوں: کہ جب وہ (مسلمان) چاہیں، پریشانی آئی ہوئی نہیں ہے بلکہ ان کی اپنی لائی ہوئی ہے؛اس لئے جب وہ چاہیں گے ان کی یہ پریشانی ختم ہوسکتی ہے، کہنے لگے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مسلمانوں کی پریشانی ان کی لائی ہوئی ہے۔میں نے عرض کیا کہ جب سے مسلمانوں نے دین کے ظاہر سے غفلت برتی ہے اس وقت سے زوال شروع ہوگیا، باطن کی تو اہمیت ہے، یہاں تک کہ مقولہ مشہور ہے کہ میاں! باطن ٹھیک ہونا چاہئے ،ظاہر کیسا بھی ہو، یہ بات صحیح نہیں ہے۔غرض یہ پریشانی خود ان کے عمل میں آئی ہے،لہذا اگر یہ اپنا عمل درست کرلیں گے تو انکی پریشانی بھی دور ہوجائے گی۔

ظاہر کی اصلاح کی ضرورت

فرمایا: ظاہر دین کی اہمیت لوگوں کے دلوں سے نکل گئی اور صرف باطن کو کافی سمجھنے لگے حالانکہ اگر ظاہر میں بگاڑ ہے تو یہ دلیل ہے کہ باطن میں بھی کسر ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ باطن ٹھیک ہو اور ظاہر میں بگاڑ ہو۔حدیث پاک میں تو صاف طور پر مصرح ہے "اَلَا اِنَّ فِیْ الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ "انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جس کی یہ شان وحالت ہے کہ وہ ٹھیک رہتا ہے،تو تمام اعضاء ٹھیک ہوتے ہیں اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے

تو تمام اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔

(البخاری، کتاب الایمان، ح:۵۲)

تو یہ بات ہے کہ جب باطن صحیح ہوتا ہے تو ظاہر بھی سنور جاتا ہے، ہاں اگر ظاہر درست ہو تو اسکا اثر بھی باطن پر پڑتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا باطن ٹھیک ہو گیا تو وہ سبب بن جاتا ہے ظاہر کی درستی کا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن دونوں میں بگاڑ ہے وہ اپنے ظاہر کی درستی شروع کرتا ہے تو اسکا اثر باطن پر پڑتا ہے اور وہ درست ہو جاتا ہے تو ظاہر کی اصلاح کی بھی اہمیت ہے۔

خاموش مجلس بھی فائدہ سے خالی نہیں:

فرمایا: آپس میں کبھی کبھی مل کر بیٹھیں اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بولنے سے ہی فائدہ ہوتا ہے مگر ایسا نہیں ہے، دیکھئے پنکھا چل رہا ہے اور اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے، رات کی رانی سے خوشبو کا فائدہ ملتا ہے مگر کیا یہ باتیں کرتے ہیں؟ تو خاموش بیٹھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ آج خاموش مجلس ہوگی۔ غرض اس سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔

بشر بن حارث رَحِمَہُ اللّٰہُ اور عظمتِ قرآن

فرمایا: نزہۃ البساتین میں لکھا ہے: کہ بشر بن حارث رَحِمَہُ اللّٰہُ ایک عامی شخص تھے ایک دفعہ جا رہے تھے، راستہ میں قرآنِ پاک کا ایک ورق پڑا ہوا ملا، اس کو اٹھایا، ان کے والدان کو دو درہم دئے تھے۔ اس سے انہوں نے ایک کپڑا خریدا، عطر لیا اور اس ورق کو عطر لگایا اور کپڑے میں لپیٹ کر اوپر رکھا، اس رات سوئے تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: کہ اے بشر! تو نے ہماری کتاب کا اکرام کیا، لہذا ہم

تجھ کو مکرم بنائیں گے۔صبح اٹھ کر ایک بزرگ سے خواب کا ذکر کیا اور تعبیر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مرتبہ بلند فرمائے گا۔یہ ہیں بشر بن حارث رحمہ اللہ جن کی خدمت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے حضرات استفادے کے لئے جاتے تھے۔

ایک وزیر کا واقعہ

فرمایا: امام شعرانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم وقاری ایک وزیر کے بچے کو قرآنِ پاک پڑھاتے تھے، جب بچہ کی سورۂ بقرہ ختم ہوئی تو وزیر نے استاذ صاحب کی خدمت میں ڈھائی سو اشرفیاں ہدیہ میں پیش کیں، تو استاذ صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ ہم نے کیا کام کیا کہ اتنی اشرفیاں عنایت فرمائی گئیں؟ یہ تو بہت ہے۔یہ سن کر وزیر نے کہا: کہ کل سے آپ میرے بچے کو پڑھانے کی زحمت نہ کریں۔قاری صاحب نے پوچھا کہ میرا کیا قصور ہے کہ جو وزیر نے مجھے یہ حکم دیا ہے؟ وزیر نے کہا: کہ آپ نے کہا تھا یہ ۲۵۰ اشرفیاں بہت ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میں سورۂ بقرہ سے زیادہ اشرفیوں کی قدر وعظمت ہے تو آپ کے پاس پڑھنے سے میرے بچے پر بھی اس کا اثر ہوگا؛ اسلئے میں نے آپ کو پڑھانے سے منع کیا ہے۔دیکھیے وزیر کے پاس قرآنِ پاک کی کتنی عظمت ہے۔

فرمایا: امام شعرانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جن کہ شان یہ تھی کہ دو بادشاہوں میں کوئی اختلاف ہوجاتا تو ان کو حَکَم بنایا جاتا اور لوگوں میں اتنی عزت وشہرت تھی کہ ہجوم کی وجہ سے ان سے مصافحہ نہ ہوسکتا، تو لوگ اپنا رومال ان کی پشت کی طرف ڈالتے اور اس رومال کو بوسہ دیتے، یہ بلند مقام ان کو حاصل تھا۔ایک دفعہ سواری پر جارہے تھے، دور سے ایک بوڑھے شخص دکھائی دیے تو

سواری سے اتر گئے اور ان کی طرف چلے، ان سے ملاقات کی، ان کی تعظیم وتکریم بجا لائے، پھر ایک گلی میں لے جا کر ان کو ہدیہ پیش کیا پھر چلے آئے۔ امام شعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ فرماتے ہیں: کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص تھے؟ تو فرمایا: کہ یہ میرے بچپن کے قرآنِ پاک کے استاذ ہیں۔ دیکھا قرآنِ پاک کے استاذ کی قدر کیسی ہوتی تھی۔؟

ہماری پستی کا اصل سبب

ایک مشہور صحافی حضرتِ والا سے ملاقات کرنے کے لئے آئے اور انہوں نے سوال کیا کہ آج مسلمانوں کی جو ذلت ورسوائی ہے اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ اس پر حضرتِ والا نے یہ جواب دیا:

فرمایا: مختصر بات عرض کرتا ہوں کہ جو چھوٹے، اپنے بڑوں کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں وہ سرخ رو ہوتے ہیں اور بلند درجہ پاتے ہیں، یہ بات طے شدہ ہے۔ اور مومن کے لئے سب سے بڑی ذات سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، لہذا ہماری فلاح آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے، جب سے امت نے اس میں غفلت وکوتاہی کی اس وقت سے وہ ذلیل ورسوا ہوگئی۔ جب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے ایک وصیت فرمائی کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے، سرگرداں وپریشان نہ ہوں گے، ایک کتاب اللہ دوسرے سنت۔

(مؤطا مالك، كتاب القدر۔ ح:٣٣٣٨)

اور یہ معلوم ہے کہ سنت، کتاب اللہ کی تفصیل ہے تو سنت میں کتاب اللہ بھی آگئی، اس لئے فرمایا گیا اللہ کا رسول تم کو جو حکم دے وہ لے لو، اور جس سے منع کریں

اس سے رک جاؤ۔غرض یہ کہ امت کی فلاح کا مدار اس پر ہے کہ وہ آپ کی اتباع کرے، جب امت اپنے بڑے کی ہدایت پر عمل کرے گی تو اس کی ذلت وہ پستی دور ہوجائے گی اور وہ کامیاب ہوگی۔

دعائیں کیوں قبول نہیں ہورہی ہیں؟

فرمایا: آج امت جو پریشان ہے اور ذلت میں مبتلا ہے، اس کے لئے ہر جگہ دعائیں ہورہی ہیں، ہر مسجد میں دعا ہورہی ہے، حرمین شریفین میں بھی دعائیں ہورہی ہیں، مگر دعائیں قبول نہیں ہورہی ہیں، ایک صاحب سفید پوش نے یہ سوال مجھ سے کیا میں نے پوچھا کہ آپ کا مشغلہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ کپڑوں کا تاجر ہوں میں نے کہا: کہ اگر نوکر خیانت کردے اور ایک تھان چوری کرلے تو آپ کیا کریں گے؟ کہنے لگے: کہ نوکری سے نکالدوں گا۔ میں نے کہا: کہ اگر ماموں، چچا، والد، وغیرہ سب اس کی سفارش کریں اور معاف کردینے کی درخواست کریں تو آپ کیا کریں گے؟ کہنے لگے کہ نہیں، وہ تو معافی نہیں مانگ رہا ہے۔ میں کہا کہ اس سے آپ کا جواب ہوگیا کہ مجرموں، گنہگار لوگ تو توبہ نہیں کرتے، اپنی اصلاح نہیں کرتے، گناہ نہیں چھوڑتے، اور نمازی اور متقی لوگ مساجد میں، حرم میں دعائیں کریں تو کیسے قبول ہوں گی؟

ہماری غفلت اور تباہی

فرمایا: آج مسلمان کتنا نیچے گر گئے اس کا اندازہ ایک تو اس سے لگائے کہ جمعۃ الوداع یعنی رمضان کی آخری جمعہ میں کتنے نمازی ہوتے ہیں، مسجدیں تنگ ہو جاتی ہیں، راستے تنگ ہوجاتے ہیں، مگر دیگر جمعوں میں اتنے نمازی نہیں ہوتے

حالانکہ جو اہمیت جمعۃ الوداع کی ہے وہی اہمیت اور جمعوں کی بھی ہے،تو امت کو اہتمام کرنا چاہئے تھاباون جمعوں کا،اور وہ صرف ایک جمعہ کا اہتمام کرتی ہے۔اب سوچئے کہ وہ کتنے درجہ گرگئی ؟!۔اکیاون درجہ گرگئی، بلکہ اس سے بھی زیادہ گرگئی،وہ کیسے؟اس طرح کہ فرض نماز دن میں پانچ ہیں تو مہینہ میں ڈیڑھ سواور سال میں اٹھارہ سوفرض نمازیں ہیں،امت اہتمام تین نمازوں کا کرتی ہے یعنی جمعۃ الوداع ،عید اور بقرعید کی نمازوں کا،اتنا ہی اہتمام ہر نماز کا چاہئے۔مگر اب صرف تین نمازوں کا اہتمام ہے،تو اٹھارہ سومیں سے صرف تین نمازوں کا اہتمام ہورہا ہے لہٰذاہ وہ سترہ سوستانوے درجہ گرگئی۔کس قدر غفلت ہے؟۔

حسد کی تعریف اوراس کے درجے

فرمایا:حسد کی بیماری آنکھوں سے نظر نہیں آتی،سردی کا زمانہ ہے گرمی نہیں ہے مگر حسد کی وجہ سے بدن میں آگ لگ رہی ہے۔حسد کیا ہے؟ مثلاً ایک شخص ہے وہ ترقی کررہا ہے تو دوسرا شخص اس کی ترقی سے جلے کہ اس کے اتنے بیٹے ہیں،اس کی اتنی دولت ہے،اس کا اتنا علم ہے، یہ ایسا عمدہ قرآن پڑھتا ہے۔کسی کو اللہ کی نعمت ملی ہوئی ہے تو اس کو دیکھکر دل میں جلن پیدا ہورہی ہے،حکیم اور ڈاکٹر تھرمامیٹر سے بھی نہیں بتا سکتے کہ اس کے دل میں حسد ہے اور نہ نبض دیکھ کر کوئی حکیم بتا سکتا ہے کہ اس میں حسد ہے۔

حسد کے بارے میں سرورِ عالم محمد ﷺ کا ارشاد ہے ”اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْ کُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْ کُلُ النَّارُ الْحَطَبَ “ کہ بچاؤ اپنے آپ کو حسد سے،وہ حسنات (نیکیوں) کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ

لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(ابو داؤد، کتاب الادب ،باب فی الحسد، ح:٤٩٠٣)

جب لکڑی میں آگ لگتی ہے تو لکڑی کا پتہ نہیں لگتا، آگ میں چھپ جاتی ہے، اسی طرح نیکیاں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں فرمایا: "وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ "(میں پناہ چاہتا ہوں حاسد کے شر سے)۔اس میں یہ نہیں کہا کہ حاسد سے پناہ چاہتا ہوں ، کیوں؟ حسد کے دو درجے ہیں: ایک یہ کہ دل میں جلن ہو رہی ہے، آگ لگ رہی ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں، جیسے کسی کے کپڑے میں آگ لگ جائے تو گناہ نہیں اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ جلن سے دوسرے کے خلاف کوشش وسازش کرنا شروع کردے کہ اسکی نعمت اسطرح چھن جائے؟ یہ ہے بیماری، اس سے پناہ مانگی جاتی ہے۔

حسد کا علاج

فرمایا: حسد کا علاج بھی ہے۔ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانوی رَحِمَہُ اللہُ کو لکھا کہ آپ کی کتابیں پڑھنے سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے اندر حسد کی بیماری ہے، علاج بتائیں۔حضرت نے پوچھا: کہ کیا کام کرتے ہو اور کس پر حسد ہے ؟ اس نے بتایا کہ میں تجارت کرتا ہوں اور وہ بھی کپڑوں کی اور دوسرے تاجروں پر مجھ کو حسد ہے۔فرمایا: کہ دوا تو ہے مگر دوا کا میٹھا ہونا ضروری نہیں، چند چیزیں ہیں ان پر عمل کرو:

١- سلام میں سبقت کرو اگرچہ جی نہ چاہے۔

٢- سفر میں جاؤ اور آؤ تو اس سے ضرور ملو اور مصافحہ کرو۔

٣- تحفہ بھی لے جاؤ۔

۴- کبھی کبھی اس کی دعوت بھی کرو۔

۵- اس کی خوبیوں کا دوسروں سے تذکرہ کرو۔

۶- یہ سوچو کہ حسد کی وجہ سے میری نیکیاں اس کو کہیں نہ دے دی جائیں ، پندرہ دن کے بعد انہوں نے لکھا کہ حسد میں کمی آگئی ہے۔

معاشرتی زندگی کا ایک ادب

فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے آداب معاشرت کتاب لکھی ہے، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہمان اگر میزبان سے کوئی چیز منگوائے اور مہمان پوچھے کہ یہ چیز کتنے کی ہے تو بتادینا چاہئے بعض لوگ پوچھنے پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہدیہ ہے۔اس سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ مہمان کو آئندہ کسی ضرورت کی چیز کے منگوانے کی ہمت نہیں ہوتی ۔دوسرے اس چیز کے استعمال کی بھی ہمت نہیں ہوتی اور وہ پڑی رہے گی ۔میزبان کی یہی خدمت کافی ہے کہ وہ لاکر دیتا ہے ورنہ مہمان کو کتنی پریشانی ہوتی کہ راستہ معلوم نہیں پھر دوڑ دھوپ کرنا پڑتا، اس لئے صاف بتادینا چاہئے۔

معاشرتی آداب کا خلاصہ

فرمایا: معاشرتی آداب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے حدیث میں ہے کہ محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کہ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

(البخاری ، کتاب الایمان، ح: ۱۰ ـمسلم ، کتاب الایمان ، ح:۱٦۲)

تصحیح قرآن کی فکر کرنا چاہئے

فرمایا: جس طرح اپنے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے ہو اسی طرح خود بھی قرآن پاک پڑھنے اور سیکھنے کی فکر کرنا چاہئے ، بعض لوگ ساٹھ ستر برس کے ہو گئے مگر قرآن پاک پڑھنا نہیں سیکھا۔ بھائی غور کرو کہ ہماری ہر چیز بڑھیا ہے: مکان بھی بڑھیا ہے، دکان بھی بڑھیا اور نان (یعنی روٹی) بھی بڑھیا اور پان بھی بڑھیا مگر اذان بڑھیا نہیں ،تلاوت قرآن بڑھیا نہیں ہے!۔

بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جو کھلی ہوتی ہیں ،فقہاء نے قرآن پاک میں ایسی غلطی کو حرام لکھا ہے۔ مثلاً الحمد (بڑی ح سے ہے) اس کو الھمد (چھوٹی ہ سے کوئی پڑھے) تو حرام ہے۔ اگر کسی سے کہو کہ حامد لکھو اور وہ ھامد لکھدے تو اس کو فیل کر دو گے؛ اسلئے کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لکھ دیا اسی طرح تلاوت میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے گا تو فیل ہو جائے گا اور دوسری غلطی سے فیل تو نہ ہوگا پاس ہو جائے گا مگر سوم درجہ پر پاس ہوگا جیسے الحمد کی دال کو بعض لوگ ''ڈ'' پڑھتے ہیں ، یہ ایک دو یہاں نہیں (اس کے بعد حضرت نے اہلِ مجلس سے فرمایا کہ انگریزی میں گنتی کرو، ون ،ٹو ،تھری ،لوگوں نے گنتی کی تو فرمایا) دیکھو،ٹو ، کی جو آواز ہے، ویسی ہی ،دو، کی آواز ہے یہاں جتنے حضرات ہیں سب نے ٹو کی آواز ویسے ہی نکالی جیسے انگریز بولتے ہیں مگر قرآن پڑھتے ہیں تو سنت کے موافق نہیں پڑھتے کہ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا ویسا پڑھیں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ روزانہ ایک منٹ کا مدرسہ جاری کرو اور اس میں قرآنِ پاک کی تصحیح کیا کرو۔

تصحیح قرآنِ پاک کے لئے ایک منٹ کا مدرسہ

فرمایا: مسجد میں کسی ایک نماز کے بعد اعلان کردیا جائے کہ ایک منٹ کے لئے حضرات تشریف رکھیں، سنت کے موافق قرآن پڑھنا سکھایا جائے گا۔ لوگ بیٹھ جائیں گے تو ایک دن صرف یہ بتائیں "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن " یہ چند سکنڈ میں ہو جائے گا، اسی طرح روزانہ ایک ایک آیت سکھائیں۔

اسی طرح ایک منٹ روزانہ خرچ کریں تو سورۂ فاتحہ کا ترجمہ یاد ہو جائے گا۔ ساٹھ، ستر، برس ہو گئے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے مگر سورہ فاتحہ کا ترجمہ معلوم نہیں، روزانہ ایک ایک منٹ لگائیں تو یہ چند دنوں میں یاد ہو جائے گا، اسی طرح بعض سورتیں حفظ ہو جائیں گی، ہمارے یہاں جو بچے حافظ نہیں تھے، انہوں نے اسی طرح روزانہ ایک ایک منٹ لگا کر یٰس، واقعہ، رحمٰن، فلک، وغیرہ یاد کرلیا، دین بہت آسان ہے "الدین یسر" دین آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں۔

گناہ کے نقصانات

فرمایا: آج لوگ گناہ کے نقصانات سے واقف نہیں ہیں، اس لئے گناہوں میں مبتلا ہیں، گناہ سے آخرت میں جو نقصان ہوگا وہ تو ہے ہی، اس کے ساتھ دنیا میں بھی ستائیس قسم کے نقصانات گناہ کرنے سے ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے جزاء الاعمال میں حوالوں کے ساتھ ان کو لکھا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی علمِ دین سے محروم ہو جاتا ہے۔

منکرات پر نکیر بار بار ہونا چاہئے

فرمایا: اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ منکرات پر بار بار نکیر کریں، ایک دو بار کہہ

کر خاموش نہ ہوجائیں، کیا ٹی بی کے مریض کو ایک دو خوراک سے فائدہ ہو جاتا ہے؟ نہیں بلکہ مسلسل کئی سالوں تک دوا دی جاتی ہے، اسی طرح گناہ کے مریض کو بھی بار باراور مسلسل کہنے کی ضرورت ہے۔

وعظ کے بعد ہدیہ لینے میں احتیاط کرنا چاہئے

فرمایا: وعظ و بیان کے بعد ہدیہ نہ لینا چاہئے یہ جائز تو ہے مگر دین کی مصلحت کی خاطر نہ لے، یہ اگر چہ اجرت نہیں، مگر اجرت کی صورت تو ہے اور میں کہا کرتا ہوں کہ جہاں وعظ و بیان ہو، وہاں کھانا بھی نہ کھائے کیوں کہ یہ حق بات کہنے مین رکاوٹ بن سکتا ہے، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ مہمان بلا کر ہدیہ نہیں دینا چاہئے کہ اس کا اثر ہوتا ہے اور میزبان کے یہاں کوئی قابل نکیر بات ہو تو اس کی اصلاح میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

دل کا زنگ اور اس کی دوا

فرمایا: حدیث میں ہے کہ محمد ﷺ نے فرمایا "اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ کَمَا یَصْدَاُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہ' الْمَاءُ " کہ دلوں پر اسی طرح زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو اس وقت زنگ لگ جاتا ہے جب اس کو پانی مسلسل پہنچتا رہتا ہے ۔غور فرمایئے کہ لوہا کتنا وزنی اور پانی کتنا ہلکا لوہا کتنا سخت اور پانی کتنا نرم، مگر جب پانی مسلسل لوہے کو پہنچتا رہتا ہے تو اس کو خراب کر دیتا ہے کیوں کہ لوہے کی جنس اور ہے اور پانی کی جنس اور ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ ناجنس کی صحبت جب مسلسل رہتی ہے تو وہ بگاڑ پیدا کر دیتی ہے، جس طرح پانی کی صحبت لوہے کو بگاڑ دیتی ہے، ہاں ایک صورت ایسی ہی کہ لوہے کو زنگ نہیں لگتا، وہ یہ کہ لوہے کو پینٹ کر دو، اسی طرح اگر دل

پر پینٹ کردیا جائے تو ناجنس کی صحبت کے برے اثرات سے وہ محفوظ ہوجاتا ہے، دل کا پینٹ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت ہے۔

غرض دل پر بھی زنگ لگ جاتا ہے "قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَمَا جِلَائُهَا ؟قال :كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دل کے زنگ کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرواور قرآنِ پاک کی تلاوت کرو۔

(شعب الایمان للبیھقی،فصل فی ادمان تلاوۃ القرآن،ح:۱۸۵۹)

تلاوتِ قرآنِ پاک کے تین اہم فائدے

فرمایا: قرآنِ پاک کی تلاوت کے تین اہم فائدے ہیں۔

۱- دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کسی سے بات کرتا رہے تو اس سے محبت ہوجاتی ہے، اسی طرح تلاوت قرآن پاک سے اللہ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔

۳- ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ بلا سمجھے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں تو وہ جاہل ہے یا بد دین ہے۔ حدیث میں فرمایا :"مَنْ قَرَأَ حَرْفاًمِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَه' بِهٖ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُبِعَشْرِ اَمْثَالِهَا" کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(ترمذی،ح:۲۹۱۰)

جو حدیث کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے اور اگر اس کو جاننے کے باوجود حدیث کے خلاف کہتا ہے تو وہ گمراہ ہے بد دین ہے۔

تلاوت کے دو اہم آداب

فرمایا: تلاوت کے دو اہم آداب ہیں:

پہلا ادب یہ ہے کہ دھیان کر کے تلاوت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سناؤ کیسا پڑھتے ہو۔

دوسرا ادب سننے والے کے لئے ہے وہ یہ خیال کرے کہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، محسنِ اعظم کا کلام سنایا جا رہا ہے اس لئے نہایت عظمت و محبت کے ساتھ سننا چاہئے۔

اصلاحِ منکرات کے لئے جماعتی کام کی ضرورت

فرمایا: آج ماشاءاللہ دین کے بہت سے کام ہو رہے ہیں: مدارس، مکاتب، مساجد اور جماعتیں دین کا کام کر رہے ہیں مگر منکرات کی روک ٹوک اور ان کی اصلاح کا کام نہیں ہو رہا ہے، وہ انفرادی شکل میں ہے، اجتماعی طریقہ پر نہیں ہو رہا ہے۔ مدارس کے لئے کمیٹیاں ہیں، مساجد کے لئے کمیٹیاں ہیں مگر مجھے بتاؤ کہ اصلاحِ منکرات کے لئے بھی کوئی جماعت ہے؟ تو میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور ان کو تحفہ بھی پیش کروں گا، اگر نہیں ہو رہا ہے تو ان کو کرنا چاہئے ۔ بنگلہ دیش کے علماء کام کر رہے ہیں وہ سب جڑتے ہیں اور جو روایات و رسومات ہیں ان پر ہر طرح بیانات کرتے ہیں تو ہر طرف سے یہ آواز جب اٹھتی ہے تو لوگ مان لیتے ہیں، ان حضرات نے کام کیا تو انتالیس عیسائی اسکول بند ہو چکے ہیں، اس لئے اصلاحِ منکرات کے

لئے اجتماعی کام ہونا چاہئے۔

علماء کو اپنی طاقت کا اندازہ نہیں

فرمایا: علماء کو اپنی طاقت کا اندازہ نہیں ہے ورنہ وہ اپنے کو بے حیثیت نہ سمجھتے۔ایک واقعہ عرض کردوں کہ جنرل ارشاد کے زمانہ میں انہوں نے چاہا کہ ایک بڑی مسجد میں بیان کریں۔ جب اس مسجد کے امام کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا: کہ ٹھیک ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ اجازت ہے: ایک یہ کہ مسجد میں سیاسی بیان نہیں ہوگا، دوسری یہ کہ تصویر کشی نہ ہوگی۔ جب وہ مقررہ دن ہوا تو جنرل ارشاد اپنے حلقہ کے ساتھ جلوس کے ساتھ تصویر وغیرہ لیتے ہوئے مسجد کو آئے، امام صاحب جو چھوٹی ہی عمر کے تھے، وہ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا: کہ اگر آپ ان لوگوں کو نہ روکے تو پھر میں یہاں آج سے بیان نہ کروں گا۔ یہ سن کر سارے لوگ کھڑے ہوگئے اور جنرل ارشاد کو مسجد میں جانے نہیں دیا حتیٰ کہ بھاگنے پر مجبور کردیا۔ دیکھا علماء کی کیا طاقت ہوتی ہے؟! پھر جنرل ارشاد نے دو آدمیوں کو انکے پیچھے لگایا کہ دیکھو ان عالم صاحب کی کونسی سیاسی طاقت ہے؟ تحقیق کے بعد ان لوگوں نے بتایا کہ یہ محض مذہبی آدمی ہیں سیاسی نہیں۔ جنرل ارشاد نے پولیس کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کرلیا جائے، مگر پولیس نے عذر کردیا کہ اگر ہم گرفتار کریں تو فساد ہوگا لہٰذا فوج بھیجی جائے، وہ عالم تو گرفتار نہیں ہوئے خود جنرل ارشاد گرفتار ہوگیا، یہ ہے عالم کی طاقت جس کا اندازہ آج خود علماء کو نہیں ہے۔

دین میں مخلص و مفلس کی پہچان

فرمایا: بغیر اخلاص کوئی عمل معتبر نہیں۔ رہا یہ کہ اخلاص ہے یا نہیں اس کی پہچان کیا ہے؟ امام عبدالوہاب شعرانی رَحِمَہُ اللہُ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے، وہ

یہ ہے: کہ اگر کسی جگہ دین کا کام تم کر رہے تھے، مثلاً مدرسہ چلا رہے تھے یا اور کوئی دینی خدمت کر رہے تھے، اسی جگہ ایک دوسرا شخص بھی دین کا کام شروع کر دیا، مدرسہ کھولدیا، یا اور کوئی دینی کام جاری کر دیا تو دیکھو کہ اگر اس سے تم کو خوشی ہو تو تم مخلص ہو اور اگر اس سے گرانی ہو تو مفلس ہو۔ سمجھانے کے لئے ایک مثال بھی بیان کرتا ہوں کہ ایک بزرگ کا یا استاذ کا انتقال ہو گیا اور میت کا جسم بھی بہت بھاری ہے، لوگ میت کو اٹھانے کے لئے کم ہیں اور قبرستان بہت دور ہے، جنازہ تیار کر کے مسجد کو لے گئے وہاں بہت سے لوگ جنازہ میں شریک ہو گئے اور ساتھ ساتھ قبرستان بھی چلے، بتاؤ کہ اس سے تم کو خوشی ہوگی کہ نہیں؟ کہ فرض ادا کرنے میں یہ سب ہمارے مددگار بن گئے ، اسی طرح دین کا کام بھی بھاری ہے اگر ہم ہمارے ساتھ دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائے تو گرانی کیوں ہو؟ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ ہمارا کام ہلکا ہو گیا۔ یہ ہے مخلص و مفلس کی پہچان۔

تبلیغ تعلیم وتزکیہ

فرمایا: تبلیغ سے وجودِ اعمال ہوتا ہے کہ لوگ نمازی بنتے ہیں اور بھی دینی اعمال کرنے لگتے ہیں اور تعلیم سے بھی وجودِ اعمال ہوتا ہے کہ اس سے حافظ وقاری، عالم، مصنف ومحدث تیار ہوتے ہیں اور تزکیہ نفس سے قبولِ اعمال ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس تبلیغ وتعلیم دونوں سے اہم ہیں، اس کے بغیر اعمال قبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچتے۔

دین کا کام دینی انجینئر سے پوچھ کر کرو

فرمایا: آج لوگ دین کا کام بڑے شوق سے کرتے ہیں مگر علماء کرام سے اس کے بارے میں پوچھتے نہیں اور غلطی کر جاتے ہیں۔ دین کام ثواب کی نیت سے تو

کیا جاتا ہے مگر غلط طریقہ پر کرنے سے ثواب نہیں ملتا۔ایک جگہ جانا ہوا دیکھا کہ مسجد کے اندر تپائیاں رکھی ہوئی ہیں۔ میں نے پوچھا: کہ یہاں مسجد میں یہ تپائیاں کیوں ہیں؟ بتایا کہ یہاں تعلیم ہوتی ہے، میں نے پوچھا اس کے بارے میں کسی عالم سے پوچھا،معلوم کیا؟ اب سب خاموش ہوگئے۔ ہر کام پوچھ کر کرو؛ کیوں کہ ہم جو بھی کام کرتے ہیں اس پر سات احکام میں سے کوئی ایک حکم ضرور لگتا ہے: فرض ،سنت ، مستحب یہ سب جنت کو لیجانے والے کام ہیں۔اور مکروہِ تنزیہی، مکروہِ تحریمی ،حرام یہ دوزخ کو لیجانے والے کام ہیں۔اس لئے علماء سے جو دینی انجینئر ہیں پوچھ کر دین کا کام کرنا چاہئے۔

ایک جگہ ایک مسجد کے پیشاب خانہ قبلہ رخ بنے ہوئے تھے میں نے پوچھا: کہ بھئی، یہاں متولی صاحب یا اور کوئی مسجد کے ذمہ دار ہیں؟ وہاں سارے حضرات موجود تھے۔ میں نے متولی صاحب سے پوچھا: کہ یہ پیشاب خانے کس لئے بنائے ہیں؟ کہا کہ استنجاء کے لئے ، میں نے کہا: کہ یہ تو ہے مگر یہ بتایئے کہ یہ ثواب کے لئے بنائے ہیں؟ یا گناہ کے لئے ؟۔ کہنے لگے: کہ ثواب کے لئے ۔ میں نے کہا: یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ ثواب کے لئے بنا ئے ہوئے ہیں، کیا کسی دینی انجینئر سے پوچھا؟ تو کہا: کہ مسجد کے کا م کے لئے کسی سے پوچھنے کی کیا ضرورت؟ ۔افسوس ! یہ حال ہمارے دینی معاملات میں ہوگیا ہے کہ کسی عالم سے پوچھنے کی بھی فکر نہیں ۔اس بات کی توجہ دلانے کے بعد کہا کہ یہاں روزانہ کتنے آدمی استنجاء کرتے ہونگے ؟ کہا: تقریباً سو۔ میں نے پوچھا یہ بنے ہوئے کتنے دن ہوئے ؟ کہا کہ ایک سال ہوا، میں نے کہا: کہ اب حساب لگایئے کہ سال بھر میں کتنے لوگوں نے یہاں پیشاب کیا ہوگا ؟ تین سو ساٹھ کو سو سے ضرب دینے سے ۳۶۰۰۰ (چھتیس ہزار) ہوتے ہیں۔ میں نے

کہا: کہ یہاں پیشاب کرنے والے کوتو ایک گناہ ہوااور طہارت خانہ قبلہ رخ بنانے والے کوان سب کا مجموعہ یعنی ۳۶ ہزار گناہ آپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوئے۔ یہ صرف بلاتحقیق کام کی وجہ سے، آپ سوچیں اس پر۔انہوں نے پھاوڑا لے کر اسی وقت کھودڈالا۔غرض یہ کہ علماء سے پوچھ کر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ غلطی ہوئی اور ثواب سے محرومی۔اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے دین کی سمجھ عطاء فرمائے۔

مجلس وعظ میں آنے کا فائدہ

فرمایا: ایک جگہ بستی کے باہر جلسہ تھا، سردی کا موسم تھا اور مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا انتظام تھا؛ اس لئے لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوئے وعظ سن رہے تھے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جب سے مکبر الصوت آیا، فائدہ آدھا رہ گیا۔ میں نے کہا کہ جب الاؤ جلایا جاتا ہے تو اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک روشنی کا فائدہ، دوسرا گرمی کا فائدہ۔ اگر کوئی الاؤ سے دور بیٹھے تو اسے روشنی تو ملے گی مگر گرمی نہیں مل سکتی؛ اسی طرح وعظ دور دور بیٹھ کر سن لیں تو آواز تو آجائیگی، مگر مجلس میں آنے سے جو گرمی ملتی ہے وہ کہاں سے ملے گی؟ اور عملی طاقت کیسے بڑھے گی؟ جب مجلس میں آئیں گے تو اہلِ مجلس کے اخلاق واعمال کا اثر پڑے گا۔ کسی میں خشیت ہے۔ کسی میں محبتِ خداوندی ہے۔ کسی میں شکر ہے، کسی میں صبر ہے۔ ان کا اثر مجلس میں آنے والوں پر ہوگا۔ یہ سن کر سارا جلسہ گاہ بھر گیا اور لوگ قریب قریب جڑ کر بیٹھتے گئے۔

ظاہر، ترقیٔ باطن کا ذریعہ ہے

فرمایا: آج لوگ باطن کی تو کچھ اہمیت سمجھتے ہیں؛ لیکن ظاہر کی کچھ اہمیت نہیں سمجھتے، حالانکہ بعض دفعہ ظاہر، ترقی باطن کا ذریعہ وسبب ہوتا ہے۔ اسکی ایک حسی مثال

ہوائی جہاز ہے کہ ہوائی جہاز کی مشین ٹھیک ہے، انجن ٹھیک ہے، صرف اس کے پہیے پنچر ہو گئے تو کیا ہوائی جہاز اڑ سکتا ہے؟ ان پہیوں کے ساتھ تو چل بھی نہیں سکتا اڑیگا کیسے؟ اب غور کیجئے کہ ہوائی جہاز کا باطن تو ٹھیک ہے صرف ظاہر خرابی پیدا ہو گئی تو اس کی پرواز بند ہو گئی۔ ترقی رک گئی، اس کے پہیے ٹھیک ہوں تو ترقی ہو گی۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے: کہ کبوتر صحیح سالم ہے، مگر اس کے پر کاٹ دیئے گئے ہیں۔ باطن تو ٹھیک ہے، صرف ظاہر میں عیب و نقصان پیدا ہو گیا تو اب وہ کبوتر اڑ سکتا ہے؟ نہیں اڑ سکتا۔ دیکھئے صرف ظاہر کی کمی سے اس کی ترقی رک گئی۔ معلوم ہوا کہ ظاہر ٹھیک ہوتا ہے تو باطن بھی ترقی کرتا ہے ورنہ اس کی ترقی رک جاتی ہے، آج مسلمانوں نے ظاہرِ دین کو چھوڑ دیا تو ان کی باطنی ترقی رک گئی۔

ظاہر، باطن کا محافظ ہوتا ہے

فرمایا: ظاہر کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے باطنی ترقی ہوتی ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ظاہر، باطن کا محافظ ہوتا ہے۔ کبوتر کے اگر پَر ہوں تو وہ اپنے دشمن سے بچنے کے لئے اڑ سکتا ہے؛ لیکن اگر کبوتر کے پَر کاٹ دئے جائیں تو کیا وہ اڑ سکتا ہے؟ نہیں اڑ سکتا ہے۔ اب اس کبوتر کو ایک معمولی بچہ بھی پکڑ سکتا ہے اور کاٹ کر بھون کر کھا سکتا ہے۔ اگر کبوتر کے پَر ہوتے تو اس کو کوئی بھی نہ پکڑ سکتا۔ معلوم ہوا کہ پَر کبوتر کے محافظ تھے۔ اسی طرح ظاہرِ دین پر عمل، مسلمانوں کا محافظ ہے۔ جب سے مسلمانوں نے ظاہرِ دین کو چھوڑ دیا ہر شخص ان کو پکڑتا، مارتا اور ان پر ظلم کرتا ہے، اس لئے ظاہر دین پر بھی عمل کرنا چاہئے، اس کو بیکار نہ سمجھنا چاہئے۔

ظاہر، دوسروں کی ترقی کا بھی ذریعہ

فرمایا: ظاہر دین پر عمل سے جس طرح خود اپنے باطن کی ترقی ہوتی ہے اسی طرح اس سے دوسروں کے باطن کی بھی ترقی ہوتی ہے۔اس کی مثال بھی وہی ہوائی جہاز ہے کہ اگر ہوائی جہاز کا پہیہ پنچر ہوجائے تو جیسے ہوائی جہاز اڑ نہیں سکتا ،اسی طرح حاجی لوگ بھی کھڑے رہیں گے،ان کی ترقی بھی رک جائے گی اور اگر ہوائی جہاز کے پہیہ ٹھیک و درست ہوں تو جیسے خود ہوائی جہاز اڑ سکتا ہے،اسی طرح حاجی حضرات بھی پرواز کر کے مکہ پہنچ سکتے ہیں۔اسی طرح ظاہر دین پر عمل کرنے سے دوسروں کو دین کی طرف توجہ ہوتی ہے اوران کو باطنی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

سائن بورڈ الٹا کر کے لگا دیجئے

فرمایا: ایک صاحب نے مجھ سے کہا: کہ ایک عالم نے اپنی تقریر میں کہا کہ جو ڈاڑھی نہ رکھے وہ مسلمان نہیں رہتا کیا یہ صحیح ہے؟ کہنے لگے کہ باطن درست ہونا چاہئے ظاہر کا کیا ہے؟ میں نے کہا: کہ ان عالم صاحب نے کیا کہا اور آپ نے کیا سمجھا؟ یہ تو معلوم نہیں، رہا یہ کہ باطن درست ہونا کافی ہے،اب فرصت نہیں ہے میں پھر اس کا جواب دوں گا۔دو چار دن کے بعد میں ان کی دکان پر گیا، وہ تاجر تھے۔میں نے کہا: کہ آپ وعدہ کیجئے میں جو کہوں گا ویسا کریں گے۔کہنے لگے: کہ میرے بس میں ہوگا تو کروں گا۔میں نے کہا: کہ آپ کی دکان پر جو سائن بورڈ ہے اس کو الٹا کر کے لگا دیجئے۔کہنے لگے: کہ میں یہ کام تو نہیں کر سکتا۔میں نے کہا: کہ آپ نہ کر سکیں تو کسی اور مزدور سے کروا دیجئے۔کہنے لگے: کہ لوگ بے وقوف سمجھیں گے۔میں نے کہا: کہ اگر سائن بورڈ الٹا ہو جائے تو اس کا باطن تو درست ہی ہے،ظاہر خراب ہے

اس میں کیا مضائقہ؟۔ ان کی سمجھ میں آیا کہ ظاہر کی بھی ضرورت ہے ۔ دنیا کے معاملات میں تو لوگ عقل مند ہوتے ہیں مگر دین کے معاملہ میں اس کو نہیں برتتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اسراف سے پرہیز

فرمایا: حضرت مولانا معظم صاحب رحمہ اللہ مبلغ دار العلوم دیوبند جو بڑے عالم تھے انہوں نے سنایا:

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص آئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا، سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اپنی ضرورت کا ذکر کرو کہ وہ تمہاری امداد کریں گے۔ وہ صحابی مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، مغرب کے فوری بعد کچھ روشنی بھی ہو تی ہے، وہاں چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتی تھی، جب وہ صحابی ایک مکان کے قریب گئے تو انہوں نے سنا کہ گھر کے اندر سے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی آواز آرہی ہے، وہ اپنی بیوی سے فرمارہے ہیں: کہ تم نے چراغ میں اتنی موٹی بتی کیوں ڈال دی کہ تیل زیادہ خرچ ہوگا۔ یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ عنہ سوچنے لگے اتنی سی بات پر اپنی بیوی سے باز پرس کررہے ہیں، میرا ہزاروں کا مطالبہ ہے وہ کیا پورا کریں گے؟ یہ سوچ کر گھر واپس چلے آئے، کئی دن بعد سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مبارک میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تم حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیدیا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ سے (جو مجلس میں موجود تھے)ان کی ضرورت کا اظہار کیا تو حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ گئے اور ایک تھیلی میں درہم لا کر پیش کر دئے ۔حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل اور اس پہلے عمل میں فرق دیکھ کر ان صحابی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھ لیا کہ آج تو آپ نے مجھے اتنے سارے درہم دیدئے مگر چند دن قبل آپ اپنی بیوی کو صرف اتنی سی بات پر ٹوک رہے تھے ،کہ بتی موٹی کیوں ڈالدی ،یہ کیا بات ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہاں موٹی بتی کی ضرورت نہیں تھی لہذا وہ اسراف تھا اس لئے میں نے اس پر باز پرس کی اور یہ آپ کی ضرورت ہے،اس میں اسراف نہیں۔

وضو میں بھی اسراف منع ہے

فرمایا: پانی کتنا سستا ہے اور کس قدر کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے اور کتنی آسانی سے مل جاتا ہے! مگر اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ وضو میں زیادہ یعنی بے ضرورت استعمال نہ کیا جائے ،جب وضو میں بھی اسراف جائز نہیں تو دیگر امور میں کیسے درست ہوگا؟۔

اسراف کی تعریف اور ایک واقعہ

فرمایا: اسراف بے ضرورت خرچ کرنے کا نام ہے، جیسے حرام کاموں میں خرچ کرنا ،یا حرام تو نہیں مگر اندیشہ ہے کہ اس جائز کام سے حرام میں ابتلاء پیش آئے گا تو یہ بھی اسراف ہے،حرام میں خرچ کرنے کی مثال یہ ہے کہ ٹیلی ویژن خریدے

، یہ اسراف ہے۔اور جو کام مباح و جائز مگر اس کی وجہ سے حرام کا ارتکاب لازم آتا ہے ،تو یہ بھی اسراف ہے۔جیسے دعوت کرنا جائز ہے مگر بعض لوگ دعوت کے لئے قرض لیتے ہیں اور بلا ضرورت قرض لینا درست نہیں اور قرض بھی سود پر لیتے ہیں تو ایک مباح کے لئے حرام کا ارتکاب ہوا، یہ بھی اسراف ہے۔بعض لوگ ولیمہ کرتے ہیں اور ہزاروں کی دعوت ہوتی ہے قرض لیتے ہیں اور اس میں خرافات پر بھی خرچ کئے جاتے ہیں یہ بھی وہی اسراف ہے،لوگ اس کو سنت کہتے ہیں۔جو سنت کہ اس پر کوئی خرچ نہیں آتا اس کو کرنے تیار نہیں ،اور فضول و اسراف کرنے تیار ہو جاتے ہیں۔تو غرض یہ کہ حرام کاموں میں خرچ کرنا اسراف ہے اور جو مباح کام حرام کاموں میں ابتلاء کا ذریعہ بنتا ہے،اس میں خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔بعض لوگ سمجھتے ہیں زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے، یہ بات نہیں ہے۔ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک بزرگ بہت خرچ کرتے تھے،ایک صاحب نے دیکھا تو ان کو پرچی لکھی کہ "لا خیر فی الاسراف " کہ اسراف میں کوئی خیر نہیں۔تو ان بزرگ نے انہی الفاظ کو الٹ پلٹ کر کے اس کا جوب دیدیا کہ "لا اسراف فی الخیر "کہ خیر میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔

ایک ہی چیز کسی کے لئے اسراف اور کسی کے لئے ضرورت

فرمایا:ایک چیز کسی کے لئے اسراف اور کسی کے لئے ضرورت ہوسکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص صرف دکھاوے کے لئے ،اپنی شان اور بڑائی کے اظہار کے لئے موٹر سائیکل خریدتا ہے تو یہ اسراف ہے؛لیکن ایک اور شخص ہے اس کا دفتر بہت دور ہے ،وقت پر پہنچنے کے لئے موٹر سائیکل خریدتا ہے تو یہ اسراف نہیں ،اس کی ضرورت کی چیز ہے۔اسی طرح کپڑے میں اور دیگر چیزوں میں یہ دیکھنا ہے کہ ضرورت کے لئے

ہے تو ٹھیک اگر دیکھاوے کے لئے ہو، برائی وشان کے لئے تو نا جائز واسراف ہے۔

عباد الرحمٰن کے اوصاف

فرمایا: انیسویں پارہ میں اللہ کے مخصوص ومقرب بندوں کی تعریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ درمیانی رفتار سے کام کرتے ہیں۔ اس میں نیک ومخصوص بندوں کی پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ حد سے زیادہ بھی خرچ نہیں کرتے اور بخل بھی نہیں کرتے، بخل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جہاں خرچ کانے کا حکم دیا ہے وہاں خرچ نہ کرنا بخل ہے۔ جو زکوۃ دیتا ہے، قربانی کرتا ہے، محتاج وفقیر کو دیتا ہے وہ بخیل نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اور بھی اوصاف نیک بندوں کے بیان کئے گئے ہیں جن سے ان کی پہچان ہوتی ہے، گویا یہ اوصاف نیک بندوں کی وردی ہے۔ جیسے پولیس کی پہچان اس کی وردی سے ہوتی ہے ،ایسے ہی نیک بندوں کی پہچان ان کے اعمال واوصاف سے ہوتی ہے۔

پہلی پہچان یہ بتائی کہ وہ عاجزانہ انداز سے چلتے ہیں ان میں تواضع کی شان ہوتی ہے "یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ھَوۡناً"۔

دوسری پہچان یہ بتائی کہ جاہل لوگ ان کو چھیڑتے ہیں تو ان کو سلامتی کا جواب دیتے ہیں۔ بعض ہوتے ہیں جو بزرگوں کو چھیڑتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے، ان سے ایک بڑی بی نے چھیڑنے کے لئے کہا کہ آپ کی ڈاڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی اچھی ہے؟ ان بزرگ نے ٹال دیا اور جب انتقال کا وقت آیا تو فرمایا: کہ جنازہ جب تیار ہو کر جانے لگے تو اس بڑی بی کے مکان کی طرف سے لیجانا، چنانچہ جنازہ ادھر سے لے گئے تو وہ بڑی بی کے مکان کے پاس اٹھکر بیٹھ گئے اور کہا: کہ بڑی بی! اب تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ میری ڈاڑھی تمہارے بکرے کی ڈاڑھی

سے اچھی ہے؟ کیوں کہ الحمد اللہ میرا انتقال ایمان کے ساتھ ہوا ہے۔غرض نیک لوگوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جاہلوں سے سلامتی کا معاملہ کرتے ہیں۔اور تیسری صفت یہ ہے کہ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں،تہجد پڑھتے ہیں جب کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔چوتھی صفت یہ بتائی کہ عبادت کر کے بھی جہنم سے پناہ چاہتے ہیں اور جہنم سے بچنے کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں، یہ نہیں کہ چند دن عبادت کی اور سمجھ گئے کہ کامل ہو گئے اور کمال کے خیال سے نڈر ہو گئے،ایسا نہیں کرتے بلکہ عبادت کر کے بھی اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

مسلمان کون ہے؟ ایک حدیث کی شرح

(مدرسہ مسیح العلوم کے ایک طالبِ علم نے معمول کے مطابق عصر کی نماز کے بعد ایک حدیث،ایک مسئلہ،ایک ادب،اور ایک بڑا گناہ بیان کیا اور حدیث یہ بیان کی کہ محمد ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔حضرت اقدس دامت فیوضہم نے اس حدیثِ پاک کی تشریح فرمائی)

فرمایا: ابھی ایک طالبِ علم نے جو حدیث اور اس کا ترجمہ سنایا،اس پر بظاہر ایک سوال واعتراض پیدا ہوتا ہے،اسی لئے قرآن وحدیث کا ترجمہ ہر شخص نہیں کرسکتا اور صرف زبان جان لینے سے اس تہہ کو نہیں پہنچ جاتا بلکہ ماہر ومحقق علماء ہی قرآن وحدیث کی تہہ کر پہنچتے ہیں، اس لئے حدیث کا ترجمہ کافی نہیں ، بلکہ اس کی مراد ومطلب بھی معلوم کرنا چاہئے۔ایک صاحب نے ایک دفعہ مجھ سے سوال کیا کہ اس حدیث پر اشکال ہوتا ہے،وہ یہ کہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے تو کیا صرف مسلمان محفوظ رہیں اور

دوسروں کو اس سے تکلیف ہوتی رہے؟ اور مسلمان بھی صرف ہاتھ وزبان سے محفوظ رہیں تو کیا پیروں سے ماردے تو اس کی مسلمانیت میں فرق نہیں آتا؟ میں نے عرض کیا کہ ریل گاڑی میں سفر کرتے ہیں تو اس تھوڑی دیر کے سفر میں آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا اور تھوڑی دیر کے لئے نیک بن جانا آسان ہے اور کوئی خوبی وکمال کی بات نہیں؛ لیکن بھائی جس کے ساتھ ہر وقت کا اٹھنا، بیٹھنا ہو ان کو تکلیف نہ پہنچنا یہ بڑی خوبی وکمال ہے، جیسے مدرسہ کے طلبہ آپس میں ملتے اور ملکر کھاتے پیتے رہتے ہیں یا آپس میں اس طرح رہیں گے کہ کسی کوئی تکلیف نہ پہنچے تو یہ کمال کی بات ہے۔ جب ایک کمرے میں رہنے والے ایک دوسرے کو تکلیف نہیں پہنچاتے تو کیا یہ محلّہ کے لوگو ں کو تکلیف پہنچائیں گے؟ دوسرے محلّہ والوں اور غیر لوگوں کو پہنچائیں گے؟ نہیں، اسی طرح چونکہ مسلمان مسلمانوں کے ساتھ رہتا ہے، غیر قوموں کے ساتھ کم ملنا ہوتا ہے؛ اس لئے یہ فرمایا گیا کہ مسلمان وہ ہے جس سے مسلمان محفوظ رہیں، جب مسلمان جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں وہی اس سے محفوظ رہتے ہیں تو غیر مسلم لوگ جو اس کے ساتھ نہیں رہتے ان کو یہ کیسے تکلیف پہنچائے گا؟

دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کمزور آدمی کی زبان چلتی ہے اور طاقتور کا ہاتھ چلتا ہے، دوسرے اعضاء سے تکلیف پہنچانے کا نمبر ان کے بعد آتا ہے؛ اس لئے حدیث میں زبان اور ہاتھ کی قید لگا دی گئی ہے، جب زبان سے اور ہاتھ سے تکلیف نہیں پہنچاتا تو کیا لات ماردیگا؟ نہیں، لہذا حدیث کی مراد یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے کہ کسی کو کسی قسم کی بھی تکلیف نہ پہنچائے۔ دیکھا ترجمہ کچھ ہے مطلب کچھ ہے۔ اس لئے علماء سے رجوع کر لینا چاہئے۔

ایک برا کلمہ وعمل ساری زندگی تباہ کر دیتا ہے

فرمایا: ایک برا کلمہ یا برا عمل ساری زندگی کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے، مثلاً والد کی چالیس سال خدمت کیا مگر ایک بات ان کی شان کے خلاف کہدی تو کیا ہوگا؟ ایک صاحب نے بتایا کہ ان کا لڑکا دیر سے پہنچا تو انہوں نے سمجھایا کہ اتنی دیر سے کیوں آئے؟ تو بیٹے نے کہا کہ بڑے میاں سٹھیا گئے ہو؟۔ اب دیکھئے یہ ایک ہی تو کلمہ ہے جس نے ساری زندگی پر پانی پھیر دیا، اسی طرح کوئی سرکاری ملازم بہترین خدمت وملازمت کرر ہا تھا مگر ایک دن رشوت لیتا ہوا پکڑا گیا، یہ ایک ہی غلطی ہے مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ملازمت سے علحدہ کر دیا جائے گا، اسی طرح امام نے مسجد میں بڑی خدمت کی مگر ایک دن اس نے پستول نکالکر کسی پر چلا دیا، یہ بھی تو ایک ہی عمل ہے مگر نتیجہ کیا ہوگا؟ اسی طرح ایک گناہ بھی انسان کا اوپر سے نیچے گرانے یعنی جنت سے دوزخ میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

بڑے گناہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں

فرمایا: نیکیاں چھوٹے گناہوں کو کھا جاتی ہیں "اِنَّ الْحَسَنَا تِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ " کہ نیکیاں سیئات کو کھا جاتی ہیں ۔سیئات چھوٹے گناہوں کو کہتے ہیں ،لیکن بڑے گناہ نیکیوں کو کھا جا تے ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم محمد ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کہ مفلس وہ ہے جس کے پاس پیسہ مال نہ ہو۔ فرمایا: کہ نہیں، مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نیکیاں لے کر آئے گا، مگر اس کے ہاتھ کسی کا مال دبایا ہوگا، کسی کو مارا گا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کا مال غضب کیا ہوگا۔

اسی میں وہ جوڑے گھوڑے کی رقم بھی ہے،لوگ اس رقم سے دعوت ولیمہ کرتے ہیں اورلوگ جا کر کھاتے ہیں،سوچو کہ کیا چوری کر کے مال لائے،رشوت لے کر مال جمع کرے اور ہماری دعوت کرے تو کیا ہم اس کی دعوت کھائیں گے؟ پھر جوڑے کی رقم سے کس طرح کھاتے ہو؟۔غرض نیکیوں کے ساتھ یہ گناہ بھی اس پر ہوں گے،اس کا علاج کیا تھا؟ معافی مانگنا اورلوگوں کے حقوق کو واپس کرنا،اگر معافی نہ کرایا تو حشر میں لوگ مطالبہ پیش کریں گے،اب یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں اٹھا کر ان مطالبہ کرنے والوں کو دیدی جائیں گی،اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئی اورلوگوں کا پھر بھی مطالبہ باقی رہا تو اب دوسروں کے گناہ لے کر اس کے سرڈالے جائیں گے۔یہ ہے دین کا مفلس؛ اس لئے دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہئے اور حقوق میں کمی نہ کرنا چاہئے۔

ہر ایک کا حق ادا کرنا سیکھو

فرمایا: میں کہا کرتا ہوں کہ حافظ ہونا آسان ہے،عالم بننا آسان ہے،لیکن مسلمان بننا مشکل ہے؛ کیوں کہ حافظ دو قسم کے ہیں: بے عمل،وباعمل؛مگر مسلمان وہ ہے جو گناہ سے بچتا ہے۔وہ ولی ہوتا ہے۔کیا ولی کی بھی دو قسمیں ہیں؟نہیں،ہر ولی اللہ کا مقرب ہوتا ہے۔مسلمان بننا بھی سیکھنا چاہئے۔اب لوگ سیکھتے نہیں؛اس لئے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ڈرائیوری کیا مشکل نہیں؟مگر جب سیکھ لیتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے۔ڈرائیور کی طرح سب کا لحاظ رکھنا چاہئے،سب کے حقوق ادا کرنا چاہئے۔ مسلمان کی شان یہی ہے کہ وہ سب کا حق ادا کرتا ہے،اللہ کا بھی،بندوں کا بھی،ماں کا بھی،بیوی کا بھی،بچوں کا بھی،رشتہ داروں کا بھی۔ماں کی طرف مائل ہو کر بیوی کا حق ادا نہ کرنا یا بیوی کی طرف مائل ہو کر ماں سے غفلت کرنا جرم ہے۔لہذا دین پر

چلنا سیکھو جس طرح ڈرائیوری سیکھی جاتی ہے۔ راستہ میں کتنی سواریاں چلتی ہیں! مگر ڈرائیور صحیح ہو تو سب کی رعایت کرتا ہوا گاڑی چلائے گا ورنہ ٹکر ہو جائیگی، اسی طرح دین پر چلنا سیکھو تاکہ سب کے حقوق صحیح طریقہ پر ادا کرسکو۔

حضرتِ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا ذکر

فرمایا: ایک دفعہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہندوں کے کسی میلہ میں گئے اور ان کے ساتھ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ بھی گئے، اس زمانے میں سید صاحب رحمہ اللہ، مولانا شہید رحمہ اللہ سے پڑھتے تھے، میلہ میں گھومتے رہے مگر نہ کچھ خریدا نہ بیچا، اس پر مولانا شہید رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کو بڑا جوش آیا اور کہنے لگے کہ آپ نے کس لئے پڑھا ہے کیا کفار کا میلہ بڑھانے کے لئے؟ آپ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے بھتیجے ہو کر ایسی حرکت کرتے ہیں کس قدر شرم کی بات ہے؟ سید صاحب رحمہ اللہ نے یہ تیز لہجہ میں کہا۔ اس پر مولانا شہید رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے غلطی ہوگئی، آپ بجا فرماتے ہیں، پھر اس کے بعد کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے۔ یہ حضرات تھے ہمارے اکابر، کہ اپنے شاگرد کی بات کو اور وہ بھی تیز لہجہ میں قبول کرلیا۔

ٹخنے ڈھانکنے پر چار وعیدیں

فرمایا: بعض کام لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے ہوتے ہیں لہذا علم حاصل کرنا چاہئے، مثلاً بہت سے لوگ ٹخنے ڈھانکتے ہیں حالانکہ اس پر چار وعیدیں حدیث میں بیان کی گئی ہیں، جو کپڑا بدن کے اوپر کی جانب سے پہنتے ہیں وہ اگر ٹخنوں کو ڈھانک

لے تو وہ حصہ جہنم میں ڈالا جائیگا۔ وہ چار وعیدیں، میں اپنی ترتیب سے بیان کرتا ہوں۔

۱- ٹخنے ڈھانکنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنا مقرب نہیں بنائے گا۔سوچو کہ جس کی وردی ٹھیک نہ ہو اس کو افسر اپنا مقرب بنائے گا؟ نہیں بنائیگا۔پولیس وردی کے بغیر ڈیوٹی دے تو معتبر نہیں، اگر ایک جگہ سپاہی ہو مگر اپنی وردی اس نے نہ پہنی ہو اور کوئی پوچھے کہ کیا سپاہی موجود ہے؟ ہم کہتے ہیں: نہیں ہے، حالانکہ سپاہی تو ہے صرف وردی نہیں ہے مگر ہم وردی نہ ہو تو سپاہی ہونے کی نفی کر دیتے ہیں، ایسا ہی مسلمانوں کی وردی بھی ہے، ٹخنے کھلے ہونا چاہئے، جو اس کو ڈھانکتا ہے وہ گویا وردی نکال دیتا ہے، وہ اللہ کا مقرب نہیں بن سکتا۔

۲- دوسری وعید یہ ہے کہ اس پر نظر عنایت ورحمت نہ ہوگی۔

۳- تیسری وعید یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا۔

۴- اور چوتھی وعید یہ ہے کہ اس کو دردناک عذاب بھی دیا جائیگا۔

(مسلم، کتاب الایمان، ح:۱۷۱۔ابوداؤد، کتاب اللباس، ح:٤٠٨٧)

جنت کے دو راستے ہیں

فرمایا: جنت میں جانے کے دو راستے ہیں: ایک راستہ بالکل صاف، یہاں سے گئے اور سیدھے جنت میں پہنچ گئے۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ درمیان میں رک رک کر، مصیبتیں برداشت کر کے جنت میں جاؤ۔ یہاں سے گئے قبر میں، عذاب شروع ہو گیا، پھر آگے کی منزلوں میں بھی پریشانی ہوتی رہی، راستہ میں پل صراط سے گزرے تو اس سے کٹ کر جہنم میں گر گئے پھر عذاب پانے کے بعد جنت میں داخلہ ہوگا۔ یہ دوسرا راستہ ہے۔ پہلا راستہ سنت کا راستہ ہے کہ سنت پر چلو سیدھے جنت

میں پہنچ جاؤ گے۔

عورتوں اور بچوں کے لئے روحانی خوشبو

فرمایا: اولاد کے کھانے پینے کی جس طرح فکر کی جاتی ہے اور اس کے لئے مشقت برداشت کی جاتی ہے، اسی طرح ان کی تربیت اور روحانی غذا کا بھی انتظام کرنا چاہئے۔ اس کے لئے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ بچے سوئے ہوئے ہوں تو ان کے قریب بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کرو، کانوں کے ذریعہ اس کا اثر ان کے اندر پہنچے گا، جس طرح خوشبو مکان میں پھیلتی ہے اور دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے، اسی طرح تلاوت بھی ان کے اندر اثر کرے گی۔

اسی طرح ایک معمول یہ رکھو کہ کسی عالم کو بلا کر گھر میں وعظ سنا دیا کرو، گھر کے افراد اور آس پاس کے افراد، عورتیں، بچے اس کو سن لیں گے، مگر اس موقعہ پر واعظ کو کچھ بھی ہدیہ وتحفہ نہ دو، اور نہ چائے وائے ہو اور نہ انڈا ہو، کچھ نہیں۔

ایک معمول یہ بھی بناؤ کہ دین کی کوئی بات پانچ یا دس منٹ کے لئے پڑھکر سناؤ۔ ہمارے یہاں الحمد اللہ اس کا معمول ہے کہ گھر جا کر جو بھی گھر میں ہیں ان کو دین کی کتاب سناتا ہوں، یہ بہت اچھا نظام ہے اور بہت اثر کرنے والا ہے۔

غصہ، اس کے نتائج اور علاج

فرمایا: غصہ بہت بری چیز ہے، اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ غصہ کی وجہ سے بہت سے گھر برباد ہو گئے۔ ہاں یاد رکھو غصہ کا آنا برا نہیں، اگر غصہ خود برا ہوتا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں آتا؟ حالانکہ حدیث میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اتنا غصہ آتا کہ آپ کا چہرہ انار کی طرح سرخ ہو جاتا۔

(مسند احمد : ٦٨٤٥)

تو غصہ کی بات پر غصہ تو آنا چاہئے مگر اس کا استعمال صحیح طریقہ سے ہو کہ اللہ کے لئے استعمال کیا جائے۔

حدیث میں ہے کہ محبت بھی اللہ کیلئے ہو ،بغض بھی اللہ کیلئے ہو ۔ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ میری بیوی کو غصہ بہت ہے اور وہ غصہ میں آکر بچوں کو کوستی ہے،اس پر مجھے بھی غصہ آتا ہے اور میں غصہ کرتا ہوں اور وہ گھر کا کام چھوڑ جاتی ہے ،میں کیا کروں؟ میں نے لکھا: کہ جب وہ غصہ کریں تو غصہ کے وقت آپ کچھ نہ کہیں، جب ان کا غصہ اتر جائے تو ان کو سمجھاؤ کہ تم نے بچوں کو غصہ میں کوسا تھا اگر ویسا ہی ہو جائے تو کیا تم کو یہ منظور ہے؟ چند دن کے بعد ان کا خط آیا کہ اس سے بڑا فائدہ ہوا ۔ایک فائدہ یہ ہوا کہ پہلے وہ کام جو وہ چھوڑ کر بیٹھ جاتی اور کھانا بند ہو جاتا تھا، وہ بات ختم ہوگئی،اب کھانا وقت پر مل رہا ہے۔پھر چند دنوں کے بعد خط آیا کہ اب ان کا غصہ بھی ختم ہو گیا۔حضرت تھانویؒ کو ایک عالم نے لکھا کہ ہم کو غصہ کا علاج تو معلوم ہے کہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ پانی پی لو، وضو کرلو مگر غصہ کے وقت یاد نہیں رہتا۔فرمایا : کہ یہ لکھ کر اپنے سامنے لگا لو کہ برابر اس پر نظر پڑتی رہے۔تو یہ علاج ہے غصہ کا، پانی پی لینا، غسل کر لینا ،وضو کر لینا ،جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دینا، علاج کرے گا تو جیسے جسمانی بیماری علاج کرنے سے ختم ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

اللہ کے لئے غصہ

فرمایا: مولانا اسماعیل شہید رَحِمَہُ اللہُ جامع مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ حرامی ہو کر وعظ کہتے ہیں؟ مولانا نے کہا: کہ خبر دار کوئی ان کو کچھ نہ کہے، پھر نرم لہجے میں کہا: کہ آپ کو کسی نے غلط خبر دی ہے ورنہ

میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ موجود ہیں، پھر وعظ شروع کردیا، اس آدمی نے کہا: کہ آپ کو لوگوں پر غصہ ہوتے دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ نفس کے لئے ہے یا اللہ کے لئے، اب معلوم ہوگیا کہ آپ رحمہ اللہ کا غصہ اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

اصلاحِ منکر ایک فطری جذبہ ہے

فرمایا: دو قسم کے کام ہوتے ہیں ایک نامناسب اور ایک مناسب۔کام کی اصلاح ہر انسان چاہتا ہے۔میں ہر انسان سے کہہ رہا ہوں، ہر انسان مسلمان نہیں؛ کیوں کہ نامناسب بات کو درست کرنے کی فکر سب کو ہوتی ہے، گھروں میں بچے ماں باپ سے اپنے بھائیوں کی شکایت کرتے ہیں بھیا نے بستر پر جوتے رکھدئے یا دیوار پر لکیر ڈالدی، یہ نامناسب بات پر نکیر ہی تو ہے، معلوم ہوا کہ منکرات کی اصلاح کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے مگر شرعی منکرات پر نکیر کے سلسلہ میں لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

حضرتِ والا کے نواسے کا واقعہ

فرمایا: بات میں بات نکلتی ہے۔مجھے ایک بات یاد آگئی کہ ایک دفعہ ایک صاحب جو میرے مہمان تھے میرے ساتھ بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے اور میرا ایک نواسہ جو صرف تین ساڑے تین سال کی عمر کا تھا وہ بھی میرے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان صاحب نے چائے کی پیالی اپنے بائیں ہاتھ سے اٹھائی تو وہ بچہ فوراً کہہ اٹھا کہ آپ بائیں ہاتھ سے چائے پیتے ہیں؟ بائیں سے تو شیطان پیتا ہے۔دیکھئے اس بچہ کو کس نے سکھایا کہ تم اس طرح کہنا مگر گھروں میں جو باتیں ہوتی ہیں اس سے اس نے سمجھ لیا اور اس کام کی برائی اس کے ذہن میں اتر گئی۔جب ایک کام کو برا سمجھ لیا تو

اس پر نکیر اور اس کی اصلاح تو فطری بات ہے۔

مکھی کی چٹنی کون کھاتا ہے؟

فرمایا: آج لوگ طبعی منکرات پر تو نکیر کرتے ہیں اور اس کو برا سمجھتے ہیں، مگر شرعی منکرات اور گناہوں کو برا نہیں سمجھتے، اور نہ اس پر نکیر کرتے ہیں۔ ایک صاحب جو اچھے خاصے دیندار تھے۔ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک تقریب میں جانا ہوا وہ لوگ بظاہر دیندار تھے۔ مگر جا کر دیکھا تو وہاں بہت سی خرافات تھیں۔ میں نے کہا: آپ چلے کیوں نہیں آئے؟۔ کہنے لگے: اگر میں چلا آتا تو لوگ برا سمجھتے اور میں نکو بنتا۔ میں نے کہا: کہ اچھا بتایئے! اگر وہ لوگ تقریب میں آپ کو ایک پلیٹ پیش کرتے اور اس پر چاندی کا ورق بھی لگا ہوتا مگر اس پلیٹ میں کیا ہے؟ مکھی کی چٹنی۔ اگر وہ لوگ یہ پلیٹ دے کر اصرار کریں کہ کھایئے یہ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ مہمان کو مکھی کی چٹنی کھلاتے ہیں اور اس پر چائے پلاتے ہیں تو تم کیا کرو گے؟ کہنے لگے: کہ نہیں کھاؤں گا اور چلا آؤں گا۔ میں نے کہا: کہ پھر یہاں بھی نکو بنو گے، مگر چونکہ یہ طبعی منکر ہے اس پر نکیر کریں گے اور اپنے کو اس سے بچائیں گے مگر شرعی منکر کو برداشت کرلیں گے، یہ کیوں؟ شرعی منکر تو خدا کی، رسول کی ناپسندیدہ چیز ہے۔ جب اپنی ناپسندیدہ چیز کو برداشت نہیں کرتے تو خدا اور رسول کی ناپسندیدہ چیز کیوں برداشت کرتے ہو؟!۔

منکر پر نکیر نہ کرنے کا نتیجہ، ایک واقعہ

فرمایا: منکر اور گناہ کے کام پر نکیر نہ کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک شخص ڈاکہ ڈالنے کے جرم میں پکڑا گیا اور اس کو پھانسی کی سزا ہوگئی،

جب اس کو پھانسی دینے کے لئے لے جایا رہا تھا تو اس نے کہا: کہ وہ اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کی آخری خواہش پوری کرنے کے لئے اس کی ماں کو لایا گیا۔ اس نے اپنی ماں کو اپنے قریب بلایا اور اچانک دانتوں سے ماں کا کان کاٹ لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت اور وہ بھی ماں کے ساتھ کیوں کی؟۔ اس نے کہا: کہ آج میری جو ذلت وخواری ہورہی ہے اور مجھے جو سزا دی جائے گی وہ سب میری ماں ہی کی وجہ ہے؛ کیونکہ بچپن میں جب میں ٹرکوں سے، گاڑیوں سے گنا چرایا کرتا اور لاکر ماں کو دیتا تھا تو میری ماں نے کبھی مجھے اس سے روکا نہیں، بلکہ یہ کہتی تھی کہ ایسا چرانا کہ کوئی دیکھ نہ لے، پھر میری ہمت بڑھی اور میں بڑی بڑی چوریاں کرنے لگا، آخر آج میرا یہ حشر ہوا، اگر میری ماں نے مجھے اس کی برائی بتائی ہوتی تو میرا یہ حشر وانجام نہ ہوتا ؛ لہٰذا میں نے چاہا کہ جاتے جاتے ماں کو بھی سزا دے جاؤں؛ اس لئے میں نے اس کا کان کاٹ لیا کہ میری بات یہ کیوں سنتی رہی؟۔

جوڑا جہیز کا مطالبہ، ایک بھیک ہے

فرمایا: آج معاشرہ میں بہت سے گناہ اور منکرات پھیلے ہوئے ہیں اور ایک منکر بہت عام ہوگیا ہے کہ لڑکی والوں سے جوڑے جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ سوچو کیا لوگوں سے سوال کرنا جائز ہے؟ یہ بھی تو بھیک اور سوال ہے، مگر اس کی برائی سے لوگ واقف نہیں۔ اس لئے بتانا چاہیئے اور اس کی اصلاح کرنا چاہیئے۔

جوڑے جہیز کے مطالبہ کا رواج ہندوؤں میں تھا، مگر اب مسلمان بھی اس میں ملوث ہوگئے اور اس کے پورا نہ کرنے پر لڑکیوں پر ظلم ہورہا ہے، قتل کرنے اور جلانے کے واقعات پیش آرہے ہیں اور بعض جگہ لڑکیاں خودکشی کرنے لگی ہیں کہ مطالبہ پورا نہیں ہوسکتا۔

حیدرآباد کے ایک صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا ہے:

کہ ایک لڑکی تھی جس وہ میں ساری خوبیاں تھیں جو ایک لڑکی میں ہونی چاہئے، چہرہ اور شکل کے اعتبار سے، سینے پرونے، پکانے، خدمت کرنے کے اعتبار سے سب خوبیاں تھیں اور رشتے بھی آتے تھے، مگر اس کے ساتھ ساتھ مطالبے بھی ہوتے تھے جس کو وہ لوگ پورا نہیں کر سکتے تھے ایک دن اس کی ماں کی زبان سے نکل گیا کہ کیسی منحوس لڑکی ہے؟ کوئی رشتہ نہیں آتا۔ حالانکہ منحوس تو وہ لوگ تھے جو مطالبہ کر رہے تھے، لڑکی کیوں منحوس ہوئی؟ لڑکی نے ماں کے الفاظ سنے تو بڑا دکھ ہوا۔ جا کر دیکھا تو وہ مردہ پڑی ہوئی تھی معلوم ہوا کہ زہر کھا کر سو گئی تھی۔

یہ حالات ہیں، یہ واقعات ہیں؛ اس لئے منکر کی اصلاح کرنا چاہئے۔

دعا کی برکت کا عجیب واقعہ

فرمایا: دعا عجیب چیز ہے اگر اس کا اہتمام کیا جائے۔ صوفی عبد الصمد صاحب رحمہ اللہ ایک متقی صالح شخص تھے، حضرت تھانوی سے تعلق تھا پھر حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا، بعد میں مجھ سے محبت رکھتے تھے، ان پر ۷۵ سال کی عمر میں فالج کا حملہ ہوا اور وہ بھی بائیں طرف، ڈاکٹروں نے ناامیدی ظاہر کی۔ یہ وظائف واذکار اور دعاؤں میں مشغول ہوئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ افاقہ ہو گیا پھر وہ ایک پرانے معالج کے پاس پہنچے، حکیم صاحب نے ان کو دیکھا اور کہنے لگے اگر آپ میرے پرانے مریض نہ ہوتے تو میں ہرگز یہ نہ مانتا کہ آپ کو فالج ہوا تھا، پھر کہنے لگے کہ صوفی صاحب! آپ پر تو خدا کا ہاتھ ہے، دیکھا دعا کا کیسے اثر ہوتا ہے۔

عیش ہوگا یا عبادت ہوگی؟

فرمایا: حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ نے جب نکاح کیا تو ایک دن فجر کی جماعت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہوگئی اور تکبیرِ اولیٰ چھوٹ گئی سید صاحب کے متعلقین میں سے مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی رحمہ اللہ تھے، انہوں نے ایک دن دیکھا، جب دوسرے دن بھی تاخیر ہوئی تو سید صاحب رحمہ اللہ سے کہنے لگے کہ حضرت! اب اللہ کی عبادت ہوگی یا عیش وعشرت ہوگی؟ اس پر حضرت سید صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ انشاءاللہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ دیکھا چھوٹوں کی بات بھی مان لیتے تھے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

فرمایا: حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے رشتہ داروں میں تھانہ بھون سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر رامپور ایک بستی میں ختنہ کی تقریب تھی، حضرت کو بھی بلایا گیا، حضرت والا رحمہ اللہ ریل گاڑی سے سفر کر رہے تھے، اس گاڑی میں حضرت رحمہ اللہ کے ایک جاننے والے بھی تھے پوچھا کہ کہاں تشریف لیجا رہے ہیں، حضرتِ والا رحمہ اللہ نے بتایا کہ فلاں جگہ ختنہ کی تقریب میں جا رہا ہوں، ان صاحب نے بتایا کہ حضرت! وہاں تو وہ ساری رسومات ورواجات ہیں جن کو آپ نے ''اصلاح الرسوم'' میں غلط قرار دیا ہے، حضرت نے ان سے تحقیق فرمائی کہ کیا یہ صحیح ویقینی بات ہے؟ انہوں نے کہا: کہ ہاں یہ تحقیقی بات ہے۔ اس پر حضرتِ والا رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ میں رام پور میں فلاں صاحب کے باغ پر چلا جاؤں گا، اگر کوئی میرے متعلق پوچھے تو میرا پتہ نہ بتانا۔ ادھر تو یہ ہوا اور ادھر رام پور میں جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ مولانا تھانوی بھی اس تقریب میں آرہے ہیں تو کچھ

جوانوں نے ایک کمیٹی بنائی اور ایک پوسٹر تیار کیا کہ اس تقریب میں یہ خرافات ہیں پھر بھی اس میں مولانا اشرف علی صاحب شرکت کر رہے ہیں، تیار کر کے کچھ بڑے لوگوں سے پوچھا کہ ہم اس کو چسپاں کرنا چاہتے ہیں۔انہوں نے کہا: ابھی نہیں بلکہ جب وہ آجائیں اور شریک ہوجائیں تب چسپاں کرنا۔ دیکھا یہ بڑوں کا مشورہ تھا ،بوڑھوں کی ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے ۔حضرتِ والا رحمۃ اللہ نے شرکت نہیں کی بلکہ اس باغ میں گئے اور دوسری گاڑی سے باغ ہی سے واپس ہو گئے ،اس تقریب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے شرکت فرمائی ۔اس پر لوگوں میں ہلچل ہوئی اور سوالات کیے گئے ۔حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تو اس تقریب میں شرکت کی مگر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ نے کیوں شرکت نہیں کی ؟مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: کہ بھائی ہم نے فتوے پر عمل کیا اور مولانا تھانوی نے تقوی پر عمل کیا ہے ۔یہ تھے ہمارے اکابر ۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ کو اپنا بڑا مانتے تھے، پھر بھی دیکھئے مولانا نے اپنے سے زیادہ حضرت تھانوی کا مقام بتایا۔کسی ایک نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے بھی پوچھ لیا کہ آپ نے تو اس تقریب میں شرکت فرمائی مگر آپ کے شاگرد مولانا اشرف علی صاحب نے شرکت نہیں کی ؟تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے فرمایا: کہ ہم لوگ عوام الناس کے حالات سے اتنا واقف نہیں جتنا وہ واقف ہیں، ہم کو علم نہیں تھا اس لئے ہم نے شرکت کر لی ،اگر ہم کو علم ہوتا ان خرافات کا تو ہم بھی وہی کرتے جو مولانا نے کیا ہے ۔دیکھا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے باوجود اس کے کہ استاذ ہیں اپنے شاگرد کی بات کو نہیں گرایا۔کسی نے حضرت والا تھانوی سے بھی پوچھ لیا کہ وہ حضرات تو شریک ہوئے ،آپ نے کیوں

شرکت نہیں کی؟ تو فرمایا کہ بھائی! میں واپس رامپور سے آیا تو قرآن مجید کھولا تو سورۂ نمل آئی جس میں حضرتِ سلیمان علیہ السلام اور ھد ھد کا قصہ مذکور ہے کہ ایک جگہ ھد ھد غائب تھا پھر اسکو تلاش کرایا اور بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے، پھر بلقیس اور اس کی قوم کا ذکر کیا۔ حضرت تھانوی نے فرمایا: کہ یہ واقعہ میرے واقعہ کی مثال ہے کہ میں بھی ھد ھد کی طرح غائب ہو گیا اور ھد ھد مشہور ہے کہ بے وقوف ہوتا ہے، ایسا ہی میں بھی کچھ بے وقوف ہوں، مگر ایک بات میں جانتا ہوں جو

تم نہیں جانتے، جیسے ھد ھد تو ایک بات جانتا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں جانتے تھے مگر اس سے ھد ھد کی فضیلت نہیں ثابت ہو جاتی، اسی طرح میرے اکابر پر میری فضیلت نہیں ثابت ہو جاتی۔ یہ تھے ہمارے اکابر۔

بڑوں کی بات بے دلیل ماننے کا حکم نہیں

فرمایا: اکابر کی بات جب دلیل سے ثابت نہ ہو تو چھوٹا ان کی بات سے اختلاف کر سکتا ہے اور اپنی تحقیق پر عمل کر سکتا ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کیا سماع سنتے تھے؟ فرمایا کہ ہاں سنتے تھے۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا ان کے پاس اس کی کوئی دلیل بھی تھی؟ فرمایا کہ ضرور ہو گی مگر ہم کو اس کی کوئی خبر نہیں۔

حق بات بار بار کہی جائے

فرمایا: آج کہنے سننے کی بڑی کمی ہے، حق بات کو بار بار کہنا چاہئے، کبھی نا کبھی تو اس کا اثر ہو گا، صدا لگاتے جانا چاہئے۔ مولانا شبیر علی صاحب کے لڑکے کو پان کھا

نے کی عادت ہوگئی، وہ نرمی سے منع کرتے رہے مگر اثر ہی نہ ہوا، مگر وہ برابر کہتے رہے اور یہ نوٹ بھی کرتے رہے کہ کتنی دفعہ کہا ہے، جب ایک سو دفعہ کہا تب بھی وہ نہیں چھوڑا مگر ایک سوایک دفعہ پراچانک چھوڑ دیا۔ تو برابر کہتے رہیں، یہ نہیں کہ ایک دوبار کہا پھر خاموش ہو گئے۔

مداھن کون ہے؟

فضائلِ اعمال سے حضرت سفیان ثوری رَحِمَہُ اللہُ کا یہ ارشاد پڑھا گیا کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں میں محمود ہو، اغلب یہ ہے کہ مداھن ہوگا۔ اس پر حضرتِ والا رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا: کہ مداھن وہ ہے جو دین کی بات اور حق کی بات اس لئے چھپاتا ہے کہ لوگ تحائف و ہدایا نہ دیں گے یعنی دنیا کے خاطر حق پوشی کرنیوالے کو مداھن کہا جاتا ہے۔

احکامِ تبلیغ

فرمایا: جو مٹھائی، چٹائی کے لئے حق کو چھپاتا ہے یہ تو مداھن ہے اور دین کو ان چیزوں کے واسطے چھپانا جائز نہیں ہے بلکہ اگر یہ اندیشہ ہے کہ دین کو اور حق کو پیش کرنے سے ہماری مٹھائی یا کٹھائی یا چٹائی بند ہو جائے گی تو وہاں بھی حق کو پیش کرنا چاہیئے۔ قرآن میں آیا ہے "وَاْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ" الخ، کہ اپنے اہل کو نماز کا حکم دو، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود آپ کو رزق دیں گے۔

(طه: ۱۳۲)

تو رزق کا ذمہ اللہ نے لے لیا ہے، اس کے لئے حق کو چھپانے کی اجازت نہیں اور اگر پیش کرنے سے پٹائی کا اندیشہ ہو تو پھر حق پیش کرنا واجب نہیں، ہاں افضل ہے اور ایسے شخص کو جو پٹائی پر بھی حق کو پیش کرتا ہے شہیدی کا درجہ ملے گا

۔حدیث میں فرمایا ہے "اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَائِرٍ" کہ ظالم بادشاہ کے پاس حق کہنا، افضل جہاد ہے۔

(ترمذی، کتاب الفتن ،ح: ۲۱۷٤)

افضل فرمایا ہے واجب قرار نہیں دیا۔ دیکھئے شریعت کی کتنی شفقت ہے کہ جہاں پٹائی کا اندیشہ ہے وہاں حق کے ظاہر کرنے کو واجب نہیں قرار دیا اور اگر کہیں کھٹائی ہوتی ہو تو پھر تو زیادہ آسانی ہے وہاں بھی حق کا ظاہر کرنا واجب نہیں۔ اب علماء سے پوچھو ماہر علماء سے جن کو مفتی کہا جاتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ وہ بتائیں گے کہ کٹ مرجانے میں اسلام کا فائدہ ہے یا نقصان؟ اگر فائدہ ہو تو حق کو ظاہر کرو ورنہ نہیں۔ یہ تبلیغ کے احکام ہیں۔تبلیغ ہر جگہ واجب نہیں، صرف اس وقت واجب ہے جب کہ مخاطب کو حق کا علم نہ ہو اور امید ہے کہ وہ مان لیگا اور اگر مخاطب کو علم ہے تو پھر بتانا واجب نہیں اور مان لینے کی امید نہ ہو تو بھی بتانا واجب نہیں، ہاں مستحب ہے جس طرح اور چیزوں کے احکام ہیں اسی طرح تبلیغ کے بھی احکام ہیں، اس سلسلہ میں رسالہ بھی لکھا گیا ہے، اشرف الہدایات اور پرچے بھی ہیں۔

مسجدیں تو عالی شان مگر اذان صحیح نہیں؟

فرمایا: یہاں (بنگلور) آکر بڑی خوشی ہوئی کہ مسجدیں ماشاء اللہ بڑی بڑی اور عالی شان ہیں، مگر ایک بات سے بہت دکھ ہوا کہ اذانیں سنت کے موافق نہیں ، اکثر جگہ اللہ اکبر میں اللہ کے لام پر "مد" کرتے ہیں اور بہت کھینچتے ہیں۔ ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ اللہ کو اتنا کھینچنا خطا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ،باب الاذان ،ص :۳۱۷)

اسی طرح اور باتیں بھی ہیں، ہمارے مکان، دکان، نان و پان سب بڑھیا مگر اذان اور تلاوتِ قرآن یہ بڑھیا نہیں، جب میں غلط اذان سنتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ دل پر تیر مار دیا اس لئے بھائی! جیسی مسجد یں عالی شان ہیں ایسی اذان بھی ہونا چاہئے۔

بے ضرورت بلب نہ جلائیں

فرمایا: کہ مسجد میں جو بے ضرورت روشنی ہو رہی ہے اس کو بند کیا جائے (مسجد میں اس وقت بعض بلب بے ضرورت جل رہے تھے) پھر فرمایا کہ لوگ اسکو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ فلاں جگہ جل رہے تھے اس کو دلیل بنائیں گے لہذا زائد بلب بند کردئے جائیں۔

قدم بڑھاؤ، راستہ کھلے گا

فرمایا: جس طرح ایرپورٹ پر دروازہ بند رہتا ہے لیکن جوں جوں قدم اس کی طرف بڑھتے ہیں اور قریب ہوتے ہیں وہ کھلتا جاتا ہے اسی طرح قدم بڑھانے سے راستہ کھل جاتا ہے۔ بند دروازہ دیکھ گھبرانے کی ضرورت نہیں، قدم بڑھانے کی ضرورت ہے، قدم بڑھاؤ راستہ کھلے گا۔

صفائی، اسلام کی اہم تعلیم ہے

فرمایا: یہاں کی مسجدوں کے سامنے عام طور پر کاغذات اور گندگی دیکھی گئی، اسلام میں صفائی کی بڑی اہمیت ہے۔ حدیث میں ہے کہ گھروں کے صحن کو صاف رکھو کیوں کہ صحن کو گندہ رکھنا یہودیوں کی علامت ہے۔

(ترمذی: باب فی النظافة: نظفوا أفنيتكم)

جب صحن بھی صاف رکھنے کا حکم ہے تو اندر والا حصہ تو بدرجہ اولیٰ صاف رکھنا چاہئے۔ جب گھروں کا یہ حکم ہے تو مسجدوں کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ جب گھر کے باہر کا حصہ بھی صاف رکھنا چاہئے تو سوچو کہ اندر کا کتنا صاف ہونا چاہئے پھر کپڑے کیسے ہونا چاہئے پھر بدن کتنا صاف ہو، پھر دل کی صفائی کا کتنا اہتمام ہونا چاہئے، سوچئے، مگر آج مسجدوں کے سامنے بھی گندگی پڑی ہوئی ملتی ہے۔

اذان، نماز سیکھنا چاہئے

فرمایا: آج لوگ دیکھا دیکھی کام کرتے ہیں کسی سے پوچھتے اور سیکھتے نہیں، میں ساٹھ سال سے جہاں جاتا ہوں وہاں کے مؤذنوں سے پوچھتا آرہا ہوں کہ اذان سیکھی ہے؟ مگر کسی نے نہیں کہا کہ میں نے سیکھی ہے۔ کراچی میں ایک صاحب نے کہا کہ ہاں میں نے سیکھی ہے، میں نے پوچھا کس سے سیکھی؟ کہا کہ قاری صاحب سے، میں نے کہا اسی لئے ایک کمی ہے اللہ کے لام پر ''مد'' کرتے ہو اگر کسی عالم سے سیکھی ہوتی تو یہ غلطی نہ ہوتی، اس لئے اذان، نماز اقامت سیکھنا چاہئے صرف علم سے عمل نہیں آتا، عمل تو مشق پر موقوف ہے۔

فضول گوئی کا نقصان

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ بزرگو! خوب کھاؤ، پیو، آرام کروں، سوؤ؛ لیکن آپس میں باتیں نہ کرو، یعنی دنیا کی بات چیت نہ کرو، ہاں کوئی مباح ضروری بات ہو تو کرلے، اسی طرح مسئلہ مسائل کی بات ہو تو کرلے فضول بات چیت سے بزرگوں نے ہر زمانے میں منع کیا ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں: کہ طاعت سے ایک نور دل میں پیدا ہوتا

ہے جو عملی طاقت کو بڑھاتا ہے لیکن وہ نور باتیں کرنے سے نکل جاتا ہے۔

طاعت کے فائدے

فرمایا: حضرت شیخ عبد الوہاب شعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے لکھا ہے کہ اگر عشاء کے بعد سو رہو، کوئی دنیوی بات چیت نہ کرو تو چونکہ عشاء میں نسبتاً طاعات عبادات زیادہ ہیں اس لئے اسے اتنا نور پیدا ہو کہ تہجد کے وقت انشاء اللہ تمہاری آنکھ ضرور کھل جاوے گی۔ تجربہ کر کے دیکھ لو، جب تم صبح نیند سے بیدار ہو تو وضو کرو پھر اپنے دل کو دیکھو کچھ نہ کچھ انبساط وانشراح ہوگا۔ پھر کچھ اللہ کا ذکر کرو پھر اپنے قلب کو دیکھو اور زیادہ سرور معلوم ہوگا تو جب طاعات وعبادات کے مقدمات کا یہ اثر ہے تو ذکر وعبادت میں کتنا اثر ہوگا۔ اسی طرح نماز پڑھنے سے، تلاوت کرنے سے اور دوسری عبادت سے، قلب کو سرور وانشراح محسوس ہوتا ہے، اگر محسوس نہیں ہوتا تو دل بیمار ہے امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے تبلیغِ دین میں فرمایا: کہ وضو جتنا بڑھیا ہوگا نماز بھی اتنی ہی بڑھیا ہوگی اس کی حسی مثال یہ ہے کہ جتنا بڑھیا پانی ہوگا اتنی ہی بڑھیا چائے ہوگی۔

ایمان کی علامت

فرمایا: اگر نیکی کر کے سرور نہ ہو اور برائی کر کے کلفت نہ ہو تو پھر دل بیمار ہے حدیث پاک میں ہے کہ کسی نے پوچھا: "مَاالْاِیْمَانُ" کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا: "اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَائَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ" کہ نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی کر کے کلفت ہو، یہ ایمان کی علامت ہے۔

(مسند احمد، ح: ۲۲۲۵۳)

جیسے کار میں چلتے ہوئے کہیں رات کی رانی کی خوشبو آئی پھر کار آگے چلی تو

وہاں مردار کی بدبو آرہی تھی اگر یہ خوشبو اور بدبو کسی کو محسوس نہ ہو تو وہ بیمار ہے، کسی کو زکام ہو جائے تو اس کو رات کی رانی کی خوشبو آئے گی؟ یا مردار کی بدبو آئے گی؟ نہیں اسی طرح وضو کر کے کسی کو فرحت محسوس نہیں ہوتی تو دل بیمار ہے، علاج کرنا چاہئے۔

توبہ کی ضرورت

فرمایا: ایک عام غلط فہمی یہ کہ لوگ کہتے ہیں اللہ غفور رحیم ہے لہٰذا وہ معاف کر دیگا۔ یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے مگر توبہ تو کرنا چاہئے۔ قرآن میں فرمایا گیا "ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَحِيْمٌ "(بلا شبہ تیرا رب ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اس کے بعد اور سنوارا اپنے عمل کو تو تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

(النحل: ۱۱۹)

اگر لوگوں سے کہو کہ توبہ کرو، اصلاح کرو تو کہتے ہیں اللہ غفور الرحیم ہے، مگر توبہ نہیں کرتے، گناہ نہیں چھوڑتے، آج لوگ طاعت کے فائدے تو جانتے ہیں مگر گناہوں کے نقصانات کی خبر نہیں۔